رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

الحکم

چہ گویم باتو گر آئی چہا در قادیان بینی | دوائی شفا بینی غرض دارالامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ص (۲) خواص و معاونین سے عہ (۳) ہندوستان سے باہر کے (۴) غیر مذاہب والون سے ہیے (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپیہ سے کم آمدنی والے لوگون سی ۲؍ ۱۲

فہرست مضامین
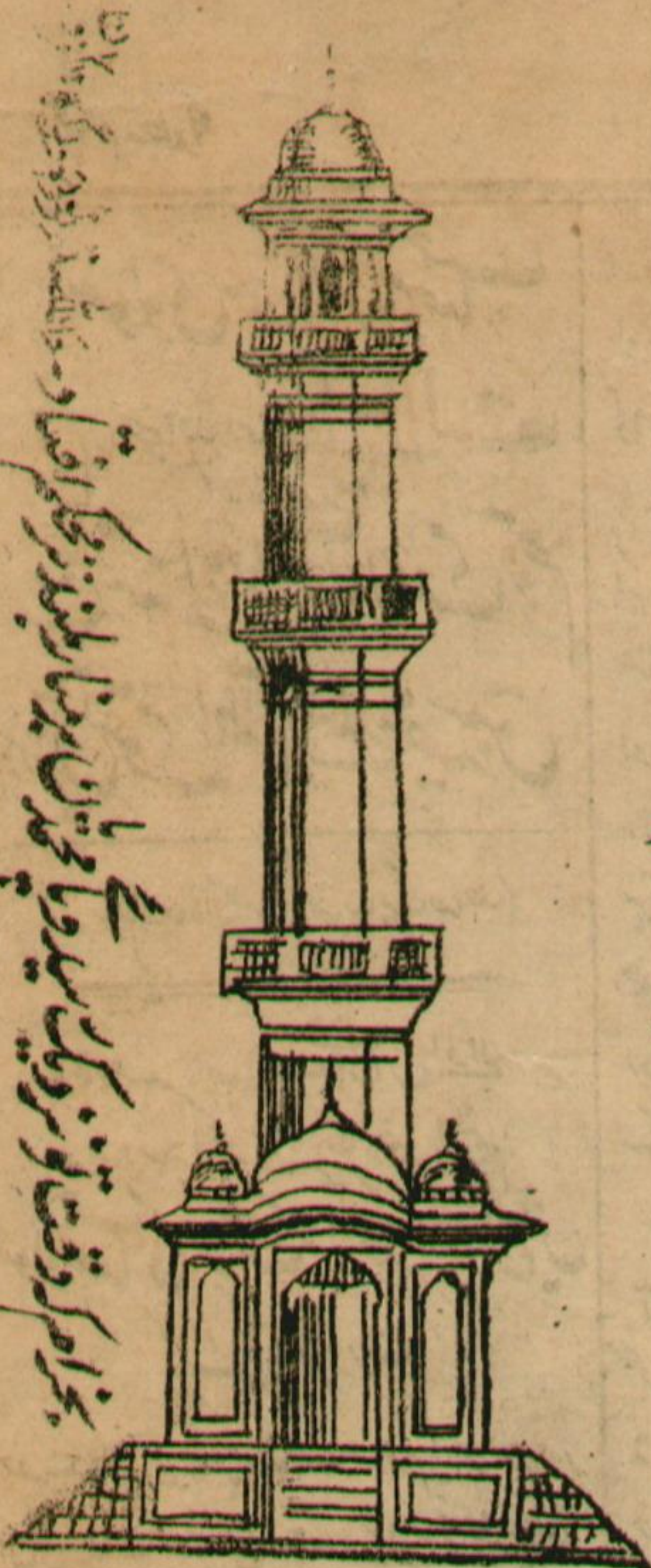
نمبر ۴۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۵ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۲۳ھ | جلد ۹

ضروری نوٹ

حسب معمول الحکم کا یہ اشو اس سال کو خدا کے فضل سے ختم کرتا ہے اور آخری ہفتہ کی تعطیل کرتا ہے - اگلا پرچہ انشاءاللہ العزیز ۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء کو شائع ہوگا - جن احباب نے بروقت اپنے ذمگی مطالبات کو بھیجکر کارخانہ کی اعانت فرمائی اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے - اور جو اب تک بھی متوجہ نہیں ہوئے انہیں بیدار کرے - مین اپنے کرمفرما ناظرین کی اس مہربانی کا بھی شکرگذار ہون جو وہ الحکم کی بعض کمزوریون اور فروگذاشتون پر بھی چشم پوشی فرماتے ہین + اور حقیقت مین میری ذمہ داریون اور اس کام کی اہمیت کی وجہ سے جو میرے ہاتھون مین محض خدا کے فضل سے ہے ایسا ہی ہونا ہی چاہیئے + ورنہ اگر اسکے خلاف معاملہ ہو تو پھر اس کے یہ معنے ہونگے کہ اس کام کی کوئی عظمت اور قدر انکے دل مین نہیں اور مین جانتا ہون کہ ایسا نہیں اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا تو الحکم کی راہ مین بہت رکاوٹین اور ٹھوکر کے پتھر پیش آتے - بہرحال اللہ تعالےٰ کی حمد اور ستائش ہے کہ محض اسی کے فضل اور کرم سے - ہان اسی کی تائید اور توفیق سے الحکم نے نوین جلد ختم کی اور اب دسوین جلد بھی اسی کے فضل سے شروع ہوگی -

سوچا تو یہ گیا تھا کہ دسوین جلد کا اغاز الحکم مین **نمایان ترقی** کے ساتھ ہوتا اور اسے ہفتہ وار سے روزانہ کی صورت مین جاری کیا جاتا - مگر ابھی مین سمجھتا ہون کہ اسکے لئے دوسرا وقت مقدر ہے ہفتہ مین دوبار کی تجویز پر ایک بھی ایسا خط نہیں آیا جس نے اس تجویز سے اختلاف کیا ہو - لیکن مین اس تجویز کو مشروط کرتا ہون **دو ہزار اشاعت** کے ساتھ اگر ناظرین الحکم کو اسکے ساتھ واقعی محبت ہے اور مین سمجھتا ہون کہ ہے تو وہ اپنی اس محبت کا عملی ثبوت دین اور ہر خریدار ایک ایک جدید خریدار اگر ہم پہونچاوے **تو دو ہزار اشاعت** یکدم ہوسکتی ہے اور اس اشاعت پر **الحکم** ہفتہ مین دوبار کیا جا سکتا ہے بالآخر ساری توفیقین اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ مین ہین اور اسی کے فضل سے ہوگا جو کچھ بھی ہوگا -

(ایڈیٹر)

دارالامان کا ہفتہ

۱ - اعلےٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت اور خدام بحمد اللہ سب اچھے ہین - موسمی حالت کے لحاظ سے سردی ترقی کر رہی ہے آسمان ابر آلود اور رہتا ہے گاہے تقاطر و ترشح بھی ہوتا ہے ۱۹ - دسمبر کو اچھا چھینٹا پڑ گیا -

۲ - ایام کرسمس کی وجہ سے احباب آرہے ہین - ۲۴ - دسمبر ۱۹۰۵ء کو رسالہ **الوصیۃ** جو احمدی قبرستان یا بہشتی مقبرہ کے متعلق ہے شائع ہوگیا - الحکم کی اگلی اشاعت مین درج ہوگا - انشاءاللہ -

۳ - **احمد نور کابلی** کے مقدمہ کے متعلق یہہ خبر ہے کہ ۱۹ - دسمبر ۱۹۰۵ء کو ملزمان کا چالان بحضور تحصیلدار صاحب بٹالہ کے سامنے پیش ہوئے - عالیجناب خواجہ کمال الدین صاحب وکیل سلسلہ استغاثہ کی طرف سے پیروکار تھے احمد نور کا بیان ہوچکا - اثنائے جرح وکیل ملزمان مین معلوم ہوا کہ فریق ثانی نے بھی کوئی استغاثہ کیا ہوا ہے اسلئے مقدمہ اس غرض کے لئے ملتوی ہوا کہ آیا یہ مقدمہ بھی اسی مجسٹریٹ کے پاس جاوے یا وہ اس مجسٹریٹ کے پاس آوے - باقی حالات سے پھر اطلاع دیجاوے گی -

۴ - مہمانون کے آرام و آسائش کے لئے اس مرتبہ خاص انتظام کیا گیا ہے مدرسہ کے کمرے خالی کرائے گئے ہین جدید مہمان خانہ کے متصل حضرت اقدس نے ایک خیمہ بھی لگوا دیا ہے - مدرسہ کے مدرسین اور طلبا اپنے بھائیون کی خدمت مین پورا حصہ لینے کو امادہ ہین - خدا کرے ہم سب اخوت کا سبق سیکھین اور اس غرض کو پورا کرنے والے ٹھیرین جسکے لئے خدا کا مسیح آیا ہے -

تازہ الہام

۲۳ - دسمبر ۱۹۰۵ء

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

ترجمہ

اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کر

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم (رضی اللہ عنہ) کی علالت حسن خاتمہ اور اس سے احمدی قوم اور اہل تقویٰ اصحاب کیلئے مفید سبق

(رقم زدہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب)

چو کار عمر نہ پیداست بارے آن اولے
کہ روز واقعہ پیش نگار خود باشیم

مولوی صاحب کی علالت کے واقعہ کو مفصل پیش کرنے کی ضرورت

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی علالت اور ان کی وفات کے متعلق آج سے پہلے بعض محترم احباب کی طرف سے الحکم اور بدر میں مضامین شائع ہوئے ہیں ان کے بعد میرے لئے قلم اوٹھانے کی چندان ضرورت نہ تھی مگر میں دیکھتا ہوں کہ مجھے آن مرحوم کی بیماری کے ابتدا سے لیکر اخیر وقت تک کہ انہوں نے ہمارے ہاتھوں میں جان دی۔ ان کی خدمت میں رہنے کا خدا کے فضل سے موقع ملا۔ اس لئے مجھے بہ حیثیت طبیب کے ہر روز کئی دفعہ دن میں اور ایسا ہی کئی دفعہ رات میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا تھا۔ مجھے ہزارہا بیماریوں کے علاج کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میں نے صدہا بیمار اس قسم کی تکلیف میں دیکھے ہیں۔ جیسے کہ مولوی صاحب کو ۸۰ دن تک اس عارضہ سے رہی۔ اور میں اس بات کو اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ جب انسان بیمار ہو جاتا ہے اور سخت درد کی تکلیف اور بے آرامی اور بے خوابی میں مبتلا ہوتا ہے۔ تو ہر ایک قسم کا ریا۔ اور بناوٹ اور تصنع۔ اس سے دور ہو جاتے ہیں اور اس کے منہ سے وہ باتیں اور کلمات نکلتے ہیں۔ جو عین اس کی فطرت کے اندر مرکوز ہوتی ہیں۔ اور وہ ایسے حرکات کرتا ہے۔ جو اس کے لئے طبعی ہوتے ہیں۔ بعض لوگ جو کہ بظاہر عابد و زاہد ہوتے ہیں۔ بیماری کی حالت میں (معاذ اللہ) خدا کو گالیاں نکالتے ہیں یا اپنی بیماری کو اسکی طرف سے (معاذ اللہ) ایک قسم کا ظلم یا تعدی سمجھتے ہیں یا بعض اس کے فضل اور رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں مگر جو اخیر دم تک ثابت قدم رہتے ہیں اور جن کے زخم کی ہر ایک ٹیس سے اور بیماری کے درد سے۔ بیدردی کی بیقراری سے اور بیماری کی بے

آرامی سے ان کی دلی شجاعت اور قوت ایمانی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اور اس حالت میں بھی خدا تعالیٰ کی معرفت میں ان کا قدم پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ آگے بڑھتا ہے اور وہ اس درد اور تکلیف میں بھی ایک لذت اور سرور پاتے ہیں۔ اور وہ اپنی بیماری علالت کو بھی خدا تعالے کیطرف موجب رحمت اور فیضان الٰہی سمجھتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کے وجود میں ایک طرف درد اور شدت بیماری کا زور ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اس محسن حقیقی کا حمد اور شکر اور اس کے احسانوں کا اظہار دل اور زبان سے جاری ہوتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق اور فدائی ہوتے ہیں اور مرنے سے پہلے ہی ایک موت اپنے اوپر وارد کئے ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی خدا کی نذر کرتے ہیں اور وہ خدا کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اس زندگی کو خدا کے لئے سمجھتے ہیں اس لئے ان کیلئے خدا کی راہ میں جان دے دینا کوئی مشکل امر نہیں ہوتا۔ بلکہ عین راحت ہوتی ہے کہ اس زندگی کا حجاب دور ہو کر وہ خدا سے جا ملتے ہیں۔ یہی زندگی ہے جس کے لئے ہر ایک مومن کو تڑپ ہونی چاہیئے۔ اور یہی اسلام کا اصل منشاء ہے۔ کہ انسان خدا تعالیٰ کی ایسی فرمانبرداری اختیار کرے کہ جان تک اسکی راہ میں دینے سے دریغ نہ کرے۔ غرضیکہ جو شخص اپنی بیماری میں اس قسم کا ثبات دکھلاوے کہ ایسی مہلک اور سخت بیماری میں اس کے ایمان میں کوئی تزلزل واقع نہ ہو بلکہ اس طریق سے خدا کی رضا حاصل کرنے کو اپنے لئے ایک معراج سمجھے۔ تو اس کے کمال ایمان بلکہ ولی اللہ ہونے پر اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل نہیں۔ کہ اس نے اپنی جان کو خدا کی راہ میں دیا جس کے ساتھ اس نے کسی کو شریک نہ ٹھہرایا اس سے بہرحال یہ نتیجہ نکالنا پڑے گا۔ کہ جس مذہب کے زیر اثر کوئی انسان اس روحانی کمال کو حاصل کرلے۔ وہ مذہب واقعی خدا کی طرف سے سمجھنا چاہیئے۔ اور جس ہادی کے زیر اثر اس نے یہ تربیت حاصل کی ہو۔ وہ ہادی بھی ضرور ہے کہ منجانب اللہ ہو۔

اب ہم واقعات سے دیکھیں گے کہ مولوی صاحب مرحوم ان چار قسم کے مریضوں میں سے کس قسم کے ثابت ہوئے۔ اور چونکہ مولوی صاحب موصوف حضرت اقدس مرزا صاحب کے خاص الخاص مریدوں سے تھے۔ اس سے ہم قطع نظر اور دلائل کے خود حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے اثر اور انکی برکات اور ان کے سچے ہادی اسلام اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے روحانی جانشین ہونے

اور اسلام کے منجانب اللہ مذہب ہونے کی ایک ایسی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔ جو کہ بالکل بین اور روشن اور عملی دلیل ہے۔

دوسرا محرک۔ اس مضمون کے لکھنے کا میرے لئے یہ ہے۔ کہ بیمار کے ساتھ سچی محبت اور ارادت اس کے لواحقین اور متعلقین اور دوستوں کے دیکھنے اور جانچنے کے لئے بیماری اور مصیبت سے بڑھکر اور کوئی معیار نہیں اس سے سچے اور جھوٹے رفیق اور دوست کی رفاقت میں تمیز ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انبیا اور رسل کے رستے میں بہت سخت مصائب اور شدائد ہوتے ہیں۔ کیونکہ اول تو مصائب اور شدائد سے خود ان انبیاء اور رسل کی ثابت قدمی اور استقلال اور تبتل الی اللہ کا ثبوت ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے متبعین کے اخلاص کی بھی پڑتال ہو جاتی ہے جو ان کو ایک دوسرے کے ساتھ مخصوص مصائب سے حصہ لینے میں ہوتا ہے یا اس نبی اور رسول کے ساتھ اخلاص ہوتا ہے۔ جس کا تبع ہونے کا وہ دم بھرتے ہیں۔ نیز اس خدا کے ساتھ بھی ان کی جان نثاری اور وفاداری کا ثبوت ملتا ہے۔ جس کے لئے وہ اس ہادی کی اتباع اختیار کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ایک طرف تو رسول اپنی قوم کو اخلاق فاضلہ کا سبق دیتا ہے۔ تاکہ وہ ایسے پاک اور مطہر بن جائیں۔ اور قوت قدسی ان کے اندر اس طرح سے سرایت کر جائے کہ ان کا اندر سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک نور سے بھر جائے اور وہ نور علےٰ نور ہو جائیں۔ تاکہ ان انبیاء اور مرسلین کی جدائی اور وفات کے بعد بھی خلقت کی ہدایت اور رہبری کیلئے ان کے اندر کا نور اور خوشبو۔ اور لوگوں کو منور کرلے اور ان کی جان کو لذت الٰہی سے معطر کرنے کے لئے کافی ہو۔ اگر اس قسم کے مصائب اور تکالیف قوم پر نہ آئیں۔ ان کے اندر دنیا کی طلب اور دنیا کی خواہش سے پاک صاف نہ ہو جائیں اور ان کے اندر خدا کی رضا اور اس کی محبت سرایت نہ کرے۔ تو وہ نہ خود خدا تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ اوروں کو اس تک پہنچانے کا موجب ہو سکتے ہیں۔ دوسری طرف یہی نہیں کہ صرف قوم ہی کے لئے اخلاق فاضلہ کا سبق ہے اور انبیاء اور رسل نے خود اس پر عمل کر کے نہیں دکھایا بلکہ یہ ہے کہ ان کا اخلاق اور محبت اور سلوک اپنی قوم کے ساتھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ باقی ساری قوم میں اسکی نظیر نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہوتی ہے کہ ان کی قوم کے لوگ ان کو اپنی اولاد اپنے ماں باپ بلکہ ہر ایک قرابتدار

سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور ان کی راہ میں اپنی جان دیدینا اپنے لئے ایک راحت اور خوشی کا موجب سمجھتے ہیں ؎

عشق اوّل سرکش و خونی بود
تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

غرضیکہ اسلام نے ہم کو یہی نمونہ سچے مومنین اور خدا کی جانب کے لوگوں کا بتایا ہے کہ ان کے سینوں سے ایک دوسرے کا حسد اور بغض اور کینہ دور ہو جاتا ہے اور وہ رفاقت اور ہمدردی میں ایک دوسرے کے لئے ایسے غمخوار اور مونس اور سچے رفیق ہوتے ہیں "جیسے بھائی" چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین اور سچے رسول کو کہا کہ وہ مومنین کے لئے رؤف اور رحیم ہو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کامل متبعین کے رنگ میں تو صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے خدا کے حضور سے اخوانا علی سرر متقابلین کا خطاب لیا اور اس کامل رسول نے بالمومنین رؤف الرحیم کا اعلےٰ لقب حضرت احدیت سے پایا خدا نے اسلام کو زندہ مذہب بنایا ہے یہ درست نہیں اسکی برکات آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں۔ خدا تعالےٰ جیسے کہ پہلے خالق تھا ویسے ہی اب بھی ہے۔ جیسے کہ پہلے سمیع تھا ویسے ہی اب بھی ہے جیسے کہ پہلے الہام کرتا تھا ویسے ہی اب بھی کرتا ہے اور جیسے کہ پہلے اپنی طرف جد وجہد کرنے والوں ایسی قوموں کو کہ جنہوں نے مرنے سے پہلے خدا کے رستہ میں ایک موت اختیار کی اور حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کیا اپنے قرب کے مدارج دیتا تھا ویسے ہی وہ اب بھی دیتا ہے اور جیسے کہ پہلے صدیق۔ شہید محدث اور نبی اور رسول کے مراتب دیتا تھا ویسے ہی وہ اب بھی دیتا ہے اسکی ذات میں بخل نہیں۔ اس لئے اس نے ہم کو اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کی دعا سکھائی ہے۔ اور ہم کو ہر نماز میں بلکہ ہر ایک نماز کی ہر رکعت میں اس دعا کو پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے بلکہ ہمارے لئے فرض کیا ہے کہ ہم یہ دعا ضرور مانگا کریں۔ قرآن مجید کے دوسرے مقامات میں اس اہم اور ضروری دعا کی خود ہی تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً انعمت علیھم گروہ کے متعلق فرمایا ہے۔ انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین ...... الخ اور مغضوب اور ضالین کی نسبت تفصیل کی ہے کہ یہود اور نصاریٰ اور رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے - کہ منکم نصارےٰ ومنکم یہود - یعنی تم میں سے لوگ ایسے بھی ہونگے کہ مسلمان کہلائینگے اور ہونگے نصاریٰ کے رنگ مین - نیز ایسے بھی ہونگے کہ مسلمان کہلائینگے مگر ہون کے یہود کے رنگ مین - اور اسبات پر سب علماء اُمّت کا اجماع ہے - اور سب اسبات کو مانتے ہین مگر بعض کا یہ قول ہے کہ مسیح اس امت مین سے نہ آئیگا - بلکہ بنی اسرائیل سے ہوگا اور یہ بھی کہتے ہین کہ اس امت مین محدّث اور رسول کوئی نہ ہوگا مگر یہ کیسی بے سمجھی کی بات ہے - کہ امت "خیر امت" ہو - اور یہود اور عیسائی تو اس مین سے ہون لیکن مسیح جو اونکا مصلح ہے باہر سے آوے - نیز یہ کہ پہلی اُمّتین جن کی میعاد تہوڑی تہوڑی ہوتی تھی ان مین تو تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد محدّثین اور ملہم اور متبوع رسول آتے تہے - بلکہ بعض عورتون کو بھی الہام ہوتا تھا - مگر اس اُمّت مین نہ آوین یہ خدا پر افترا ہے - اور خدا کی ناقدری کی بات ہے اور معاذ اللہ خدا کو بخیل بنانا ہے - کہ پہلی اُمّتون کی تو وہ اپنے مقرب اور الہام یافتہ لوگون کے ساتھہ تائید کرتا تھا - اور اس اُمّت کی نہین کرتا - جس کا دامن رحمت بہت تنگ ہے - اور جس کی رسالت پہلی اُمّتون کی طرح کسی خاص قوم کے لئے نہین - بلکہ ساری دُنیا کے لئے ہے - اس لئے ضروری ہے - کہ اس امت مین صحابہ کے رنگ مین بھی رنگین ہون - اور بعض رسول کے رنگ مین بھی رنگین ہون - یعنی دونون قسم کے کمالات ان مین پائے جاتین -

چونکہ مولوی صاحب ایسی قوم کے ممبر تہے جن کا یہ دعویٰ ہے - کہ قرآن مجید مین جو سورۂ جمعہ مین ذکر ہے کہ آخری زمانہ مین یعنی مسیح موعود کے وقت مین اس کے متبع صحابہ کے رنگ مین رنگین ہون گے اور وہ دین کے پھیلانے مین اپنے سینون مین ایسی ہی تڑپ رکھین گے - جیسے کہ صحابہ اور خدا کے رستہ مین جان دینے کو ایسے ہی تیار ہونگے جیسے کہ صحابہ نیز حضرت اقدس مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ مہدی و مسیح موعود ہین - یعنی کہ وہ ایسے رسول ہین کہ جو خدا سے الہام یافتہ ہین - اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روحانی کمالات - ان کا سچا متبع ہونے کے سبب سے اپنے اندر رکھتے ہین - نیز چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہین - اور حضرت موسیٰ کے چودھوین صدی کے خلیفہ حضرت مسیح تھے - اس لئے چونکہ رسول اللہ کے بعد چودھوین صدی کے خلیفہ مرزا صاحب ہین - اور حضرت مسیح کے روحانی کمالات بھی اپنے اندر رکھتے ہین - اس لئے مماثلت کے طور پر ان کا نام بھی خدا کی طرف سے مسیح رکھا گیا - اب مولوی صاحب کی علالت

کے متعلق یہ دیکھنا چاہیے کہ ان کے ساتھہ جو سلوک اور ہمدردی جماعت کی طرف سے ہوئی سو وہ صحابہ کے رنگ کی ہے یا نہین اور جو مروّت اور احسان اور خلق اور کمال ہمدردی حضرت مرزا صاحب سے اس بیماری مین مولوی صاحب کے ساتھہ ظہور مین آئی کہ جسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ان کے مخلص صحابہ سے تعبیر کیا جاوے - اور اگر اس مصیبت اور تکلیف کے وقت جماعت نے اس قسم کی ہمدردی کا اظہار کیا ہو جیسے کہ صحابہ ایک دوسرے کے ساتھہ کیا کرتے تہے - اور خود حضرت مسیح موعود نے اس قسم کا نمونہ دکھایا ہو - جیسے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھا تو پھر ایک اہل حق اور متقی کے لئے اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوگا - جو عین مصیبت اور اور تکلیف کے وقت ظہور مین آیا - جبکہ دنیا کے دوست اور رفیق سب چھوڑ جاتے ہین - اور وہی استقلال دکھاتے ہین - جو سچے اور دلی دوست ہوتے ہین - سعدی

دوست آن باشد کہ گیرد دستِ دوست
در پریشان حالی و درماندگی

اسلام دنیا مین اخوت لیکر آیا ہے - اور جس جماعت مین کامل طور پر اخوت پائی جائے سو وہی سچی مسلمان ہین -

تیسرا محرک اس مضمون کے لکھنے کا میرے لئے یہ ہے - کہ مولوی صاحب موصوف اس خاکسار کو اپنا بھائی کہا کرتے تہے - یہ مومنین سب ایک دوسرے کے بھائی ہین - مگر وہ خصوصیت کے ساتھہ خاکسار سے محبت کیا کرتے تہے - اور ان کو اس ناچیز سے دلی تعلق محبت کا تھا - جسکی وجہ سے وہ مجھے اس لقب سے یاد کیا کرتے تہے - اس بات کو تخمیناً بارہ تیرہ سال کا عرصہ ہوا ہے - جب کہ مین نے ایک دفعہ رؤیا دیکھا - کہ مرحوم مولوی عبد الکریم صاحب ایک گھوڑے پر سوار ہین اور مین ان کے ساتھہ ساتھہ ان کی رکاب کو پکڑے ہوئے جا رہا ہون - اس اثنا مین ہمارے حضرت اقدس مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی - مرزا صاحب نے فرمایا کہ تم دونو بھائی ہو - چنانچہ اس پر مولوی عبد الکریم صاحب مجھ سے مصافحہ کیا یا بغلگیر ہوئے (مجھے اچھی طرح سے یاد نہین) چنانچہ صبح کو مین نے حضرت صاحب کی خدمت مین اس مضمون کا خط لکھا - حضرت صاحب نے فرمایا - کہ ہم تم دونو کو بھائی بناتے ہین - چنانچہ انہون نے آخری دم تک اپنے اس تعلق کو خوب نبھایا - اس لئے بحیثیت بھائی کے میرا بھی یہ فرض ہے کہ مین ان کے سچے واقعات پبلک کے سامنے پیش کرون - کیونکہ اپنی زندگی مین

تو وہ بہت سے لوگون کی ہدایت کا باعث ہوئے اس لئے ممکن ہے - کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان کے اسوہ حسنہ کو دیکھکر کوئی سعید حق کو پاوے اور سچائی کی اتباع کرے - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس سچے جانشین کی صحبت سے بہرہ ور ہو - آمین - نیز یہ کہ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اس مرحوم بھائی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے - اور مجھہ کو بھی اعلائے کلمۂ اسلام اس طریق سے ہو جس طرح سے کہ اس بھائی نے کیا اور اس دینی خدمت مین اپنی جان دون - آمین -

چوتھا محرک - اس مضمون کے لکھنے کا یہ ہوا کہ مرحوم کی علالت کے متعلق مفصل حالات کے دریافت کرنے کے بہت سے خواہان ہین - اس لئے بھی ضروری ہوا کہ مین کچھہ لکھون -

(باقی آیندہ)

کپورتھلہ کی مسجد کا فیصلہ ہو گیا

خدا کے پاک لوگون کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

ناظرین الحکم آگاہ ہین کہ کپورتھلہ مین احمدیون کی ایک مسجد کے متعلق عرصہ سے عدالت کپورتھلہ مین مقدمہ چلا آتا تھا - وہ مقدمہ آخر لالہ ہرکشنداس صاحب بی - اے نائب عدالتی کی عدالت سے فیصلہ ہوگیا جسکی نقل مین ذیل مین درج کرتا ہون - لالہ صاحب نے جس قابلیت اور انصاف پسندی کے ساتھہ فیصلہ لکھا ہے وہ ان کے فیصلہ کے پڑھنے سے معلوم ہو جائیگا - مین صرف اسقدر کہنا چاہتا ہون کہ ہمارے مخالف مسلمان اور اس فیصلہ کو پڑھین - ایک ہندو جج تو اس نتیجہ پر آجاتا ہے کہ احمدی مسلمان ہین کافر نہین - مگر ہمارے علماء اور سجادہ نشین صبر ہی نہین کر سکتے جب تک اپنے ایک کمزور بھائی کو کافر نہ کہہ لین - میرا یہ تعجب اور بھی بڑھ جایا کرتا ہے جب مین مساجد کے مقدمات پر غور کیا کرتا ہون کہ ایک طرف تو خود ہمارے مخالف اس امر کی شہادت دیدیتے ہین کہ یہ نمازین پڑھتے ہین اور اسی قبلہ کیطرف پڑھتے ہین جدھر وہ پڑھتے ہین دوسری طرف انہین کافر بھی کہے جاتے ہین -

بہر حال مجھے اسوقت اس لمبی بحث مین پڑنے کی حاجت نہین خدا کا شکر ہے کہ آخر اس مقدمہ مین بھی خدا تعالےٰ نے ہماری مدد کی اور جس طرح پر سیالکوٹ کی مساجد کے متعلق مقدمات مین

احمدیون کے شامل حال فتح و نصرت ہوئی اسی طرح پر کپورتھلہ مین بھی تائید حق کا کھلا کھلا ثبوت نظر آیا - خدا تعالےٰ کی اس تائید اور نصرت کو دیکھکر بے اختیار اسکے حضور سر جھک جاتا ہے اور دل مسرت سے بھر جاتا ہے کہ ہم نے جس سلسلہ کو قبول کیا ہے لاریب وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے -

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد و بارک وسلم

اصل فیصلہ درج کرنے سے پہلے مین بڑی ہی ناسپاسی کرونگا اگر احمدی قوم کی طرف سے لالہ ہرکشنداس صاحب کا شکریہ ادا نکرون - اگرچہ مین جانتا ہون کہ لالہ صاحب نے جو کچھہ کیا ہے محض اپنے فرض منصبی کی حیثیت سے کیا ہے لیکن اسوجہ سے کہ انہون نے باوصفیکہ مدعا علیہم مین بڑے بڑے بارسوخ اور ریاست کے بعض عہدہ دار تہے اپنے کانشنس کا خون نہین کیا اور بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھہ کسی اثر سے متاثر نہ ہوکر دیانت داری کے ساتھہ فیصلہ کیا ہے - راج کپورتھلہ کو ایسے قابل اور عادل عدالتی وجود پر مین مبارکباد دیتا ہون اور رعایائے کپورتھلہ کی احمدی جماعت کو خصوصاً موقع ملا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے ساتھہ اپنے تعلقات پہلے سے بس زیادہ مستحکم کرے - اور اسکی حمد اور شکر گذاری مین رطب اللسان رہے -

اب مین بلا کسی مزید تمہید کے اصل نقل فیصلہ شائع کرتا ہون - (ایڈیٹر)

نمبر مقدمہ	تاریخ رجوع	تاریخ فیصلہ
	۸ پھاگن سنہ ۶۰	۲۵ چیت سنہ ۶۰
		۲۶ ہاڑ سنہ ۶۱
		۲ مگھر سنہ ۶۲

نقل پرت حکم آخر بمقدمہ دیوانی راج کپورتھلہ باجلاس لالہ ہرکشنداس صاحب نائب عدالتی بہادر بی - اے

حبیب الرحمان خلف شیخ ابو القاسم مالک و متولی مسجد واقع کپورتھلہ مدعی

بنام

عبد اللہ ناظر محکمہ نظامت حکیم صادق علی اسسٹنٹ سرجن ملٹری ہسپتال - مولوی محمود علی پرانڈیر کالج محمد رمضان منشی ذخیرہ محمد خلیل نقشہ نویس میونسپل عزیز ولد فریدا - محلہ شیرگڑھ محمد خان ولد پیارے باجہ نواز - تاج علی نابینا و صابر خان مدرس ہائی سکول عبد الخالق کورٹ حوالدار و امام الدین سپاہی و جان محمد حوالدار و شیر احمد حوالدار محمد و اللہ محمد نائک و کالے خان نائک وغیرہ ملازمان پلٹن دویم و علی محمد سپاہی توپخانہ مدعا علیہم -

تجویز عدالت

مدعی یہ دعویٰ اسطرح سے دائر کرتا ہے کہ مدعی مسجد

زیر بحث کا متولی وہ مالک ہے ۔ مدعی نے مسجد مین امام و موذن مقرر کئے ہوئے ہین مدعاعلیہم نے خلاف مرضی مدعی مسجد مین ناجائز حرکات کرانی شروع کی ہوئی ہین جو مدعی مالک کے حقوق کے سخت معترض ہین ۔ وہ ناجائز حرکات یہ ہین کہ مدعی علیہ نے ایک جدید امام اور موذن اپنی طرف سے مقرر کیا ہے جسکے مقرر کرنے کا مسجد مدعی مین مدعاعلیہم کو کوئی حق نہین ہے ۔ موذن مسجد مقرر کردہ مدعی متولی مسجد جب وقت پر اذان دے چکتا ہے تو اوس کے بعد اوسیوقت مدعاعلیہم اپنے موذن سے مسجد مین اذان دلواتے ہین اور جب امام مسجد مقرر کردہ مدعی جماعت کیواسطے مسجد مین کھڑا ہوتا ہے تو ساتھ ہی مدعاعلیہم کی علیحدہ جماعت نماز پڑہنے کے واسطے کھڑی ہوتی ہے بعد نماز جمعہ اسکو پڑہانے سے مدعاعلیہم روکتے نہین ۔ اور چاہتے ہین کہ مدعی کا مقرر کردہ امام جو روز تعمیر مسجد سے ہے نکال دیا جاوے ۔ ان افعال کے کرنے کا مدعاعلیہم کو کوئی حق نہین مدعاعلیہم کا مسجد سے کوئی تعلق نہین اسلئے نالش ہے کہ مدعاعلیہم کو اذان دلوانے سے اور اسطرح جماعت بالمقابل کرانے سے اور جمعہ کی امامت سے روکا جاوے ۔

مدعاعلیہم نے تحریری جواب دعوی پیش کیا ۔ مدعاعلیہم کو دعوی مدعی سے صاف انکار ہے ۔ کہتے ہین کہ مدعاعلیہم نے کبھی نہ مسجد مین کوئی فساد یا جھگڑا کیا نہ کبھی اذان یا جماعت خلاف شرع کی ہے ۔ مدعی متولی مسجد نہین ہے ۔ مدعی کو حقوق ملکیت حاصل نہین ہے ۔ حاجی محمد ولی اللہ صاحب مرحوم نے مسجد کو فرقہ اہل سنت جماعت کے واسطے وقف کیا تہا ۔ مدعی جو حاجی صاحب مرحوم کا بہتیجا ہے اور وہ مسجد کا امام ہر دو نے مذہب اہل سنت جماعت چھوڑ کر بیعت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہو گئے ہین جنکا طریقہ اہل سنت جماعت کے برخلاف ہے اور وہ چاہتے ہین کہ مسجد فرقہ مرزائیہ کے لئے مخصوص کی جاوے ۔ اور حاجی صاحب مرحوم فرقہ و طریقہ یعنی اہل سنت جماعت کو وہان نماز پڑہنے نہ دی جاوے ۔ اور کہ متعلق مسجد قانوناً ہر ایک اہل سنت جماعت کو انتظام جائداد کا یکسان اختیار ہے ۔ اسلئے مدعی دعا کرنے کا مجاز نہین ہے ۔

امور تنقیح طلب یہ ہوئے ۔

(۱) مسجد متنازعہ ملکیت واحد مدعی ہے یا کہ وقف ہے ثبوت بذمہ مدعی ۔

(۲) حاجی محمد ولی اللہ صاحب بانی مسجد کا بوقت تعمیر مسجد کیا اعتقاد تہا ۔ آیا وہ مرزا صاحب قادیانی والے کے مرید تھے یا کہ اہل سنت جماعت مین ہی تہے اور کہ مسجد کی تعمیر اور وقف ہو چکنے کے بعد انہون نے اپنا اعتقاد تبدیل کر لیا تہا ۔ یا کہ وفات تک اون کا وہی اعتقاد رہا جو وقت تعمیر مسجد کے تہا ثبوت بذمہ فریقین ۔

(۳) حاجی صاحب نے کسی خاص فرقہ کے نماز کے پڑہنے کے واسطے مسجد کو وقف کیا ثبوت بذمہ فریقین ۔

(۴) اگر حاجی صاحب نے بعد وقف کر دینے مسجد کے اپنا اعتقاد بدل لیا تو کیا وہ مسجد سے اوس فرقہ کو جسکے واسطے پہلے وقف ہوئی محروم کر کے جدید فرقہ کو استعمال کے واسطے مسجد دے نہین سکتے تہے ۔ ثبوت بذمہ مدعاعلیہم ۔

(۵) مدعی متولی مسجد کیا ہے اگر ہے تو مدعی کو اس فرقہ کے سوائے جسکی نماز کے واسطے مسجد وقف ہوئی دیگر اعتقاد والے فرقہ کو مسجد کے استعمال و مسجد مین مداخلت کرنے سے روکنے کے حقوق حاصل ہین ۔ ثبوت بذمہ مدعی ۔

ہر ایک امر کی بابت علیحدہ علیحدہ ظاہر کیا جاتا ہے ۔

نسبت امر اول ۔ شہادت پیش کردہ فریقین کا یہی نتیجہ ہے کہ مسجد متنازعہ وقف ہو چکی ہوئی ہے اور یہ امر مسلمہ قانونی ہے کہ وقف شدہ چیز مالک کی ملکیت نہین رہتی ہے ۔

نسبت امر دویم ۔ شہادت پیش کردہ فریقین کا نتیجہ ہے کہ وقت تعمیر مسجد حاجی صاحب بانی مسجد اہل سنت جماعت تہے مدعی نے اس امر کے ثبوت مین کہ حاجی صاحب نے مسجد کی تعمیر اور وقف ہو چکنے کے بعد اپنا اعتقاد تبدیل کر لیا تہا یعنی مرزا صاحب کے مرید ہو گئے تہے محض ایک خط تحریر کردہ حاجی صاحب بنامی مرزا صاحب مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۹ء پیش کیا ۔ اور اس خط کی جس جس عبارت سے مدعی یہ نتیجہ نکالتا ہے اوس اوس پر پنسل سرخ کے نشانات دے گئے ہین اوس عبارت کو عدالت نے بغور تمام مدعی کے مختار سے سنا اور پڑہا اوس سے عدالت کو یہہ نتیجہ نکالنے مین حاجی صاحب مرحوم مرزا صاحب قادیان کے مرید ہو گئے تہے بالکل تامل ہے عدالت اوس سے صرف اسقدر نتیجہ نکال سکتی ہے کہ وقت تحریر کرنے اوس خط کے حاجی صاحب مرحوم مرزا صاحب کو نہایت نیک پارسا ۔ اور دین اسلام مین عالم متصور کرتے تہے اور مدعی کسی شہادت سے حاجی صاحب مرحوم کا مرزا صاحب کا مرید ہونا ثابت نہین کر سکا اسلئے عدالت قرار دیتی ہے کہ حاجی صاحب نے اپنا اعتقاد تبدیل نہین کیا تہا ۔ اور اپنی وفات تک حاجی صاحب نے اپنا اعتقاد اہل سنت جماعت ہی رکہا تہا ۔

نسبت امر سویم ۔ شہادت پیش کردہ فریقین سے ظاہر ہے کہ مسجد کو تعمیر ہوئے عرصہ قریباً چالیس سال کا گذرتا ہے یا کہ اس سے دو تین سال کم ہون گے ۔ یہ امر ظاہر ہے اور فریقین سے کسی کو اسمین انکار نہین ہے کہ اوسوقت مرزا صاحب کا کوئی دعوی ظہور مین نہین آیا تہا ۔ اور نہ کوئی کتاب اونکی اسوقت شائع ہوئی تہی ۔ مرزا صاحب کے مریدان اسوقت وجود ہی موجود نہ تہا اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسجد اہل سنت جماعت کی نماز پڑہنے کیواسطے وقف ہوئی تہی ۔ اور یہی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ۔

نسبت امر چہارم ۔ زیادہ بحث کی ضرورت نہین کیونکہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ حاجی صاحب مرحوم نے اپنی وفات تک اپنا اعتقاد بدلا نہین تہا ۔

نسبت امر پنجم ۔ بموجب شرع محمدی بانی و واقف مسجد خود متولی ہو سکتا ہے اگر وہ بلا متولی بنانے کے فوت ہو جاوے ۔ تو اسکی اولاد متولی ہو سکتی ہے ۔ مقدمہ حال مدعی حاجی صاحب مرحوم کا بہتیجا حقیقی ہے اور حاجی صاحب نے جو اپنی اخیر وصیت مورخہ ۲ اہر سنگہ ۱۹۴۲ بکرمی حوالہ میجر ایف سی صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ریاست ۱۲ اپریل ۱۸۸۵ء کو کی اوسکی نقل شمولہ مثل کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ اوسمین نسبت جائداد غیر منقولہ عبارت ذیل مین درج ہے ۔ گیا نو معافی مسجد کیورتہلہ واسطے مصارف مسجد کے حبیب الرحمان (مدعی حال) حسب عمل در آمد حال عمل کریگا اسمین دو دو کنال نصف پاہ لاگت ہیر سے تیار ہوئی ہین ۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حاجی صاحب نے مسجد کے مصارف کا انتظام مدعی کے سپرد کیا ۔ گو لفظ متولی استعمال نہین کیا گیا مگر یہ عبارت مدعی کے متولی مسجد قرار دئیے جانے کی بہت بخوبی دلالت کرتی ہے اور کہ عبد الغنی مدعاعلیہ کے بیان مورخہ ۹ رماگہ ۱۹۶۲ مین ہی درج ہے کہ محکمہ نظامت سے مدعی کو مسجد کی حالت درست کرنے کیواسطے مہلت مل چکی ہے اس سے بہی ظاہر ہے کہ حکام بالا دست کی طرف سے بہی مدعی ہی منتظم مسجد تسلیم کیا گیا ہے ۔ اور کثیر التعداد شہادت پیش کردہ مدعی سے بہی یہ ثابت ہے کہ مسجد کے شکست ریخت ۔ ڈول ۔ موطہ ۔ صف ۔ امام وغیرہ کا انتظام برابر اسوقت تک مدعی ہی کرتا رہا ہے ۔ ایسی صورت مین مدعی کا متولی مسجد متنازعہ ہونا بلاشبہ ثابت ہے جبکہ مدعی متولی مسجد ثابت ہو چکا تو مدعی کو بموجب فیصلہ پریوی کونسل مورخہ ۱۲ فروری ۱۸۹۱ء مقدمہ اپیل فضل کریم وغیرہ اپیلانٹ بنام حاجی مولا بخش وغیرہ اسپانڈنٹ مسجد مین کسی غیر اسلام کے مداخلت کرنے اور افعال خلاف شرع محمدی کے ہونے سے ممانعت کرنے کے حقوق حاصل ہین ۔ مدعی قبول کرتا ہے کہ وہ مرید مرزا صاحب قادیان کا ہے اور مدعاعلیہم کہتے ہین کہ مریدان مرزا صاحب اہل سنت جماعت سے خارج ہین جنکے واسطے مسجد کا وقف ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے ۔ اب دیکھنا اس امر کا ضروری ہے کہ آیا مریدان مرزا صاحب اہل سنت جماعت سے خارج ہین یعنی فتوی کفر کا اونپر دیا جا سکتا ہے ۔ شرح محمدی مولفہ مسٹر امیر علی صاحب سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جو کہ خدا کو ایک جانے اور پیغمبر صاحب یعنی محمد صاحب کو رسول اللہ صدق دل سے تصور کرے اور جو شخص ان دونون کو یا دونون مین سے ایک کو تسلیم نکرے وہ کافر ہے ۔ مرزا صاحب یا مریدان مرزا صاحب کفر کی اس تعریف مین نہین آسکتے کیونکہ وہ بلاشبہ خدا کو ایک اور محمد صاحب کو رسول اللہ تسلیم کرتے ہین ۔ قرآن پر انکا پورا ایمان ہے ۔ ایسی صورت مدعاعلیہم کی محض سینہ زوری ہے کہ مرزا صاحب یا مریدان مرزا صاحب کو اہل سنت جماعت سے خارج تصور کرتے ہین ۔ عدالت مدعاعلیہم کے اس خیال کو غلط قرار دیتی ہے ۔ مرزا صاحب کے مریدان کے خیالات اگر کسی قدر مطابق مدعاعلیہم نہ ہون تو محض ایسے اختلافات ہے جو فروعات مین ہون جیسے کہ ایک گواہ نے ظاہر کیا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدان کہتے ہین کہ عیسی مسیح فوت ہو چکا ہے اور اہل سنت جماعت والے کہتے ہین کہ عیسی مسیح آسمان پر زندہ موجود ہے ۔ مرزا صاحب کے مریدان اہل سنت جماعت سے خارج نہین ہو سکتے ہین ۔ اس سے ثابت ہوا کہ فریقین مقدمہ ہذا ایک ہی فرقہ اہل سنت جماعت کے متعلق ہین ۔ مدعی ہرگز دین اسلام سے باہر نہین ہوا ۔ بدین وجہ مدعی نے اپنے حقوق متولی ہونے کو ہرگز زائل نہین کیا ۔ مدعی مین کوئی ایسا نقص نہین ہوا ہے جسکی وجہ سے وہ مسجد متنازعہ کے متولی ہونے سے علیحدہ کیا جا سکے ۔ جب یہہ ثابت ہو گیا کہ فریقین اہل سنت جماعت ہین اب دیکھنا اس امر کا ضروری ہے کہ آیا مدعی متولی مسجد مدعاعلیہم کو نماز پڑہنے سے روک سکتا ہے ۔ شہادت پیش کردہ مدعی سے بہی بخوبی ثابت ہے کہ مدعی کسی مسلمان کو نماز پڑہنے سے روک نہین سکتا ہے ۔ حسب روئداد بالا نتیجہ تحقیقات یہ ہے ۔ کہ مدعی متولی مسجد ہے اوسکو امام اور موذن کے مقرر کرنیکا ہر طرح سے اختیار ہے ۔ مدعاعلیہم فرداً فرداً اپنی اپنی نماز جس طرح سے چاہین مسجد متنازعہ مین پڑھ سکتے ہین ۔ مگر علیحدہ امام و موذن مقرر نہین کر سکتے اور نہ جماعت بالمقابل امام مقرر کردہ مدعی متولی کے کہڑے کر سکتے ہین ۔ لہذا

حکم ہوا کہ

ڈگری استقراریہ بحق مدعی نسبت جملہ مدعاعلیہم بلا خرچہ اس امر کی دیجاوے کہ مدعاعلیہم امام و موذن مقرر کردہ مدعی متولی مسجد کے سوا کسی دیگر موذن سے اس مسجد مین اذان نہین دلا سکینگے اور نہ امام مقرر کردہ مدعی کے جماعت کے بالمقابل جماعت کہڑی کر سکین گے ۔ مدعاعلیہم کو اختیار ہے کہ فرداً فرداً اپنی اپنی نماز جسطرح سے چاہین مسجد متنازعہ مین پڑھ سکتے ہین مدعی اونکو نماز پڑہنے سے روکنے کا مجاز نہین ہو گا ۔ فرداً فرداً کے واسطے لازمی نہین ہے کہ امام کے پیچھے ہی ضرور نماز پڑہین ۔ مثل داخل دفتر

سفرنامہ دہلی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

کرتارپور سے جو احباب سوار ہوئے تھے وہ چھاونی جالندہر تک ساتھ گئے۔ بنگہ کی جماعت سٹیشن پھگواڑہ پر اتر گئی۔

لودہانہ سٹیشن ہرچند کوئی اطلاع کسی جگہ بھی دی نہین گئی تھی اور حضرت اقدس کی روانگی محض پرائیوٹ تھی لیکن لدھیانہ کی جماعت جو کئی روز سے متواتر سٹیشن پر آتی رہی تھی آج بھی سٹیشن پر موجود تھی۔ نصف رات گذر چکی تھی اور یہ عاشقان رسول باوجود کئی روز کی متواتر بیداری اور انتظاری کے بھی بدستور چشم براہ تھے مین تو اس نظارہ کو دیکھکر کہہ سکتا ہون کہ یہ جذب اور کشش ناممکن ہے کہ خدا کے برگزیدہ کے سوا کسی اور مین ہو۔ جو انسان اپنے آرام و آسائش کی پرواہ نہ کرے سٹیشن پر انہین کونسا موقع استفاضہ کا مل سکتا تھا ؟ چند منٹ ٹرین کو یہان ٹھہرنا تھا۔ جس مین ازدحام مخلوق کیوجہ سے بعض کو مصافحہ اور اسلام علیکم تک کے کہنے کی بھی نوبت نہین آسکتی تھی۔ مگر وہ اندرونی کشش کچھہ ایسی بلا کی تیز تھی کہ ان باتون کو ملحوظ رکھتے ہوئے بھی کشان کشان یہہ لوگ نصف اللیل کے بعد سردی مین ٹھہرتے ہوئے سٹیشن پر موجود تھے ؟

جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مگر اسوقت ان طبیعتون اور دلون پر کیا اثر ہوا ہوگا جب کہ وہ پورے شوق اور محبت کے نشہ مین سرشار اپنی ساری تکالیف کا معاوضہ اور بہترین بدلہ اتنا ہی سمجھتے تھے ؎

دل بیمار کا سنبھلنا کیا
دیکھہ لو پیار کی نگاہون سے

مگر

انکی تو وہ حالت ہوئی ع

دو چار ہاتھہ جب کہ لب بام رہ گیا

گاڑی سٹیشن مین داخل ہوئی اور لوگ اس کے ساتھہ ساتھہ شوق اور جوش سے بھرے ہوئے دل کے ساتھہ اس گاڑی کی طرف دوڑے اور لپکے جس مین خدا کا برگزیدہ مسیح لیٹا ہوا تھا جونہی لوگ گاڑی کے قریب پہونچے قریب تھا کہ ان کا شور و غل حضرت کو بیدار کردیتا اور وہ بڑی خوشی کے ساتھہ اپنے عزیز خدام سے ملتے لیکن میرے محترم اور مکرم بھائی ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنے لودہانوی احباب کو مخاطب کرکے فرمایا

"کہ حضرت نے مجھے فرمایا ہے کہ مجھے نہ جگانا اسلئے مین آپ کو اجازت نہین دیتا کہ آپ حضرت کو تکلیف دین"

اسبات سے ہمارے لودہانوی احباب کی طبیعت پر کیا اثر ہوا اور انکی امیدون اور آرزؤن کا کسقدر خون ہوا ۔ ؟ یہہ سوال محض فضول ہے۔ مجھے جس امر نے زیادہ مسرت بخشی وہ ایک خاص **نکتہ معرفت** ہے اور اسوقت بھی مین جبکہ اس مضمون کو لکھہ رہا ہون اسکو یاد کرکے مزے لے رہا ہون اور وہ ہے

اطاعت رسول

اللہ ! اللہ !! کیا پاک اسوہ ہے یہہ وہ لفظ ہی جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنی اطاعت فرمایا ہے۔

من اطاع الرسول فقد اطاع اللہ

یہہ وہ اطاعت ہے جو اللہ تعالےٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔

ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

یہی وہ اطاعت کا جوش تھا جسنے **ڈاکٹر میرزا** کو ایسے وقت پر جبکہ معزز اور محترم بھائی پر شوق دل کے ساتھہ اپنے محبوب و مولا کو دیکھنے آئے ہین اور انہین سب سے پہلا حکم یہہ دیا جاتا ہے کہ **کوئی گاڑی کے پاس نہ جاوے** مین ڈاکٹر صاحب کو بیدرد نہین سمجھتا بلکہ میری رائے مین وہ ایک قوی الحوصلہ نوجوان ہے جس مین شفقت اور ہمدردی کے جوہر نمایان ہین مگر وہ حضرت کے حکم کی اطاعت پر ان ساری رنجشون اور ناراضیون کو قربان کئے دیتا ہے جو محض اسوجہ سے پیدا ہون۔

پھر مین لودہانہ کی اس جماعت کی **اطاعت** پر اور بھی رشک کرتا ہون انہون نے حضرت کے اس حکم کو بالواسطہ **سنا** ہے اس مین احتمال ہوسکتا تھا کہ کسی خاص سٹیشن کے متعلق یہہ حکم نہ ہو۔ وہ کہہ سکتے تھے کہ حضرت ناراض نہ ہونگے اسلئے کہ **ناراضی** کا مادہ ہی آپ کی فطرت مین نہین مگر لودہانہ والون نے بھی **اطاعت رسول** کا اسوقت پورا نمونہ دکھایا۔ اور خاموش **حسرت کے ساتھہ** اپنے **محبوب** و آقا کی گاڑی کو دیکھتے تھے۔ یہہ نظارہ حقیقت مین قابل دید تھا چند ہی منٹ مین ہم ان کو اسی حالت مین چھوڑ کر آگے چلدئے۔ آگے انبالہ شہر یا چھاونی تک ہمین توقع نہ تھی کہ کسی سٹیشن پر اپنی جماعت کا کوئی آدمی ملے گا۔ اور رات بھی زیادہ گذر گئی تھی۔

آہستہ آہستہ نیند نے آنکھون مین خمار اور حواس مین تعطل سا پیدا کرنا شروع کیا اور مین کچھہ عرصہ کے لئے اس عالم سے محض بے خبر ہوگیا پھر آپ ہی بتائین کہ اس عالم بے خبری کی کیا سناؤن۔ انبالہ پہونچکر آنکھہ کھلی۔ فجر کی نماز ادا کی اور میری مشتاق نگاہین سٹیشن پر اپنے معزز بھائی چودہری رستم علی صاحب کو تلاش کرنے لگین مگر جسقدر مین متجسس نگاہون سے دیکھتا اسیقدر مجھے مایوسی ہوتی۔ مگر اس مایوسی کے ساتھہ کبھی یہ اطمینان ہوتا کہ انہین چھاونی کے سٹیشن پر پائین گے اور کبھی یہہ وہم گذرتا کہ جس حال مین انہین اطلاع ہی نہین پھر ان کی موجودگی کیون توقع کی جاوے غرض انبالہ اور چھاونی انبالہ پر ہم اپنے کسی بھائی کو نہ دیکھہ سکے اور دہلی تک ہم کو کوئی بھائی نہین ملا

سٹیشنون کی عام حالت انبالہ سے پرے سٹیشنون کی حالت پر ریمارک کرنا مین ضروری اور اپنا فرض سمجھتا ہون مجھے افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مسافرون کی عام ضروریات اور انکی آسایش کا لحاظ نہین رکھا جاتا یہانتک کہ بعض سٹیشنون پر پانی تک بھی نہین ملتا۔ اور کھانے کے لئے تو کچھہ میسر نہین آتا ایک سٹیشن پر کھانے کے لئے کچھہ طلب کیا گیا تو بھینس کے گوشت کے کچے کباب ملے

غرض

ان سٹیشنون پر بیرنتھہ چھاونی تک بجز سہارنپور کے انتظام ہر طرح ناقص اور قابل شکایت ہے۔ چھاونی میرٹھہ کو مولوی عبد الرحیم صاحب نے بٹالہ سے روانہ ہوتے ہوئے تار دیدیا تھا اور امید کی جاتی تھی کہ خانصاحب ذوالفقار علیخان صاحب اور جماعت میرٹھہ وہان ملے گی۔ مگر افسوس ہے کہ تار دیر سے پہونچا۔ اور جب تک ہم دہلی نہ پہونچ گئے۔ جماعت کو خبر تک نہ ہوئی۔

دہلی ۳ بجے کے قریب ہم دہلی پہونچے۔ وہان بھی عجیب حالت ہوئی۔ بٹالہ سے روانہ ہوتے وقت میر محمد اسماعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن کو روانگی کا تار دیا گیا تھا مگر وہ یہ خیال کرکے کہ غالباً حضرت اقدس نہین آئین گے۔ شب گذشتہ کو دہلی سے مع حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد و میر ناصر نواب صاحب قبلہ روانہ ہوچکے تھے۔ انکو تار نہین مل سکا۔ اور اسی وجہ سے دہلی کی جماعت بھی سٹیشن پر نہ آسکی۔ لیکن ۳ بجے کے بعد تار نور پہرتا پہرتا ڈاکٹر محمد اسماعیل خانصاحب کو ملا۔ اور وہ اطلاع پاتے ہی سٹیشن کو بھاگے ہوئے آئے اور راستہ مین **باغ** مین ہمین آکر ملے ۔ تقصہ مختصر کوئی چار بجے کے قریب ہم منزل مقصود پر پہونچے۔ اب دہلی کے حالات ناظرین کو پھر سنائین گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

(باقی دارد)

حیات صافی

مخدوم الملتہ حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی پاک لائف لکھنے کے لئے مین میٹریل بہم پہونچا رہا ہون اس لئے اگر کسی صاحب کے پاس مولوی صاحب کا کوئی خط (خواہ وہ کیسا ہی ہو) کوئی مضمون جو چھپا ہو کوئی نظم یا اور تحریر ہو تو مجھے اسکی نقل صحیح بھجوا دین اور یا آپ کی لائف کے واقعات مین سے کسی واقعہ کا علم ہو تو وہ بھی لکھہ بھیجین علاوہ برین اگر کسی اخبار مین صاحب موصوف کے متعلق کوئی مضمون خواہ مخالف ہو یا موافق۔ چھپا ہو تو ایسا اخبار بھی مجھے بھیجدیا جاوے یا اس کی صحیح نقل مع تاریخ نمبر و صفحہ اخبار ہو۔ مین اگر زندہ رہا۔ اور اللہ تعالےٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ العزیز جنوری مین اسکام کو شروع کردونگا۔

(ایڈیٹر الحکم)

خریداران کو خاص اطلاع

حسب معمول ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۵ء کا پرچہ وی پی ارسال کیا گیا تھا۔ افسوس ہے کہ جس قدر وی پی واپس آئے ہین اس قدر وصول نہین ہوئے۔ حالانکہ روانگی وی پی کی اطلاع پہلے اخبار مین ہی دیگئی تھی جن خریداران نے وی پی واپس کئے ہین۔ اگر وہ کارخانہ کو اطلاع نہ دین گے کہ کونسا پرچہ انکے نام وی پی ہو۔ تو مطبع کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب چاہے۔ انکے نام وی پی کرکے قیمت وصول کرے۔ اس لئے یہ اطلاع دی جاتی ہے۔ جو صاحب کسی وجہ سے وی پی مطبع کا وصول کرنے سے رہون۔ ان کو چاہیے کہ وہ دفتر مین اطلاع دین۔ کہ **کونسا پرچہ وی پی کیا جاوے۔**

دیگر۔ خریداران کو ضروری ہے کہ وہ خط و کتابت مین نمبر خریداری جو ہر ایک کی چٹ پر چھپا ہوا ہوتا ہے ضرور دیا کرین۔ بصورت نہ دینے نمبر تعمیل کرنے مین بڑی دقت ہوتی ہے۔

محرر دفتر الحکم

ہمارا اپنا قبرستان یا بہشتی مقبرہ

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

مین مندرجہ ذیل اعلان اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایماء اور اجازت سے شایع کرتا ہون امید کیجاتی ہے کہ احمدی قوم اس ضروری امر پر فوری توجہ کریگی۔

موت ایسی یقینی اور اٹل ہے کہ مذہب کے سوال کو الگ رکھکر بھی اسپر یقین کیا گیا ہے یہانتک کہ بعض بدقسمت اور بیباک لوگون نے اللہ تعالےٰ کی ہستی پر شکوک ظاہر کیئے مگر موت کو انہون نے ضروری سمجھا۔ حالانکہ اگر وہ اپنی عقل سے کچھ بھی کام لیتے تو اسی موت کو اللہ تعالےٰ کی ہستی پر زبردست دلیل پاتے۔

موت کا ایسا یقینی اور اٹل ہونا ہی ایک امر ہے جو اسکو بہترین واعظ بنا دیتا ہے + اور موت کا خیال اور اسکو مدنظر رکھنا انسان کی حالت مین ایک ایسی تبدیلی پیدا کرنے کا ذریعہ ہوسکتا ہے کہ وہ آخر اللہ تعالےٰ کے آستانہ پر گرتا اور یا رب یا رب کہکر چلا اٹھتا ہے۔ ایسی حالت اور صورت مین یہہ ایک ضروری امر تھا کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موت ایسے واعظ کو مدنظر رکھنے کے لیئے اپنی جماعت کے لیئے اس شہر کی بنیاد رکھتے جو شہر خاموشان کہلاتا ہے اور جسے قبرستان بھی کہتے ہین۔ حضرت حجۃ اللہ کو یہ خیال سالہا سال سے رہا ہے۔ لیکن اسوقت سے جبکہ اللہ تعالےٰ نے ایک رؤیا کے ذریعہ ایک بہشتی مقبرہ کی آپ کو بشارت دی یہہ عزم آپ کا عزم بالجزم ہوگیا چنانچہ الحکم کے پڑھنے والے جانتے ہین کہ ۱۸ - نومبر ۱۹۰۰ء کی صبح کی نماز کے بعد آپ نے ایک رؤیا بیان فرمائی تھی جو ۲۴ - نومبر ۱۹۰۰ء کے الحکم مین صفحہ ۴ پر شایع ہو چکی ہے اور وہ یہہ ہے

"صبح کی نماز کے بعد آپ نے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ نماز سے کوئی ۲۰ یا ۲۵ منٹ پیشتر مینے دیکھا کہ ایک زمین اس مطلب کے لیئے خریدی گئی کہ جماعت کی میتین وہان دفن کی جاوین تو کہا گیا کہ اسکا نام بہشتی مقبرہ ہے جسکا مطلب یہہ ہے کہ جو اس مین دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔"

اب معلوم ہوا کہ اس رؤیا کے اندر ایک عجیب پیشگوئی موجود تھی۔ اوّل تو مولوی عبدالکریم صاحب کو خصوصاً مخاطب کرنے مین یہہ سِر تھا کہ سب سے اوّل جو شخص اس بہشتی مقبرہ مین دفن ہوگا وہ مولوی عبدالکریم ہوگا دوم ایسا ایک قبرستان ضرور ہوگا اور اسکا نام بہشتی مقبرہ ہوگا۔

نومبر ۱۹۰۰ء کی بات ہے اور تین سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا۔ پھر اس کی کوئی تحریک یا تجویز نہین ہوئی انصاف اور خدا ترسی کو مدنظر رکھکر دیکھا جاوے تو کیا یہہ انسانی تجویز اور منصوبہ کا کام ہوسکتا ہے؟ کون شخص ہے جو اپنی زندگی کا ٹھیکہ لے۔ پھر تین سال پیشتر ایک بات کا باعلام الٰہی شایع کرنا اور پھر اپنی ہی زندگی مین اسکا پورا ہوتے ہوئے دیکھ لینا۔ یہہ اگر خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا کرشمہ نہین تو پھر اسکی نظیر پیش کرو۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

پھر یہہ کون کہہ سکتا ہے کہ اس قبرستان مین پہلا دفن ہونے والا وہی مسلمانون کا لیڈر ہوگا جس کا نام حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ ہے + مولویصاحب مرحوم سے پہلے قادیان مین رہنے والے کئی احمدیون کا انتقال ہوا۔ مگر مشیت ایزدی نے احمدیون کے قبرستان کیلیئے جو وقت مقدر کیا تہا وہ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد شروع ہوا چنانچہ ۸ - ڈسمبر ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس تجویز کو خدام کے سامنے پیش کیا اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو اس کے متعلق اعلان کرنے اور زمین خریدنے کا حکم دیا لیکن ابھی اس کے متعلق کوئی مزید کارروائی شروع نہ ہوئی تھی کہ ۹ - ڈسمبر ۱۹۰۵ء کی صبح کو اعلیٰ حضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی جماعت کیلیئے قبرستان کے لیئے ایک زمین مخصوص اور نامزد کرنے کو نکلے چنانچہ اپنی باغ کے جنوبی طرف ایک قطعہ زمین حضور نے اس غرض کیلیئے مختص کر دیا اور حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کو اس مین دفن کرنے کا حکم دیا کہ ڈسمبر کی تعطیلات کرسمس مین مولویصاحب مرحوم کا تابوت نکال کر ہم لوگ اس قبرستان مین دفن کرینگے۔

عجیب بات یہہ ہے کہ ۱۸ نومبر کی رؤیا مین اللہ تعالےٰ نے اس قبرستان کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اور ۹ - ڈسمبر ۱۹۰۵ء کو جب حضور اس زمین کو مخصوص کرنے جا رہے تھے فرمایا رات مجھے اسکے متعلق الہام ہوا ہے۔

اُنزِل فیھا کل رحمۃ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبرستان رحمت الٰہی کے نزول کا محل ہوگا۔ غرض خدا تعالےٰ نے جیسا قبل از وقت فرمایا تہا وہ پورا ہوا۔

اب جس غرض کے لئے یہہ اعلان لکھا جاتا ہے اسکا بیان کرنا ضروری ہے۔

قبرستان کو الگ کرنے کی غرض کیا ہے؟ یہ تو ایک کھلی بات ہے کہ جب انسان قبرستان مین جاتا ہے تو اس کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے لیکن یہ اثر اسیقدر زیادہ قوی اور دیرپا ہوتا ہے جسقدر اس قبر کے حالات سے واقفیت ہو خصوصاً جب ایک جماعت متقی۔ خدا ترس اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو دیکھکر اسپر ایمان لانیوالے لوگونکی ہو۔ تو انکی روحانیت اور بھی قوی اثر پیدا کرتی ہے۔ پس اسوقت جو خدا تعالےٰ نے ایک قوم کو مخصوص کیا ہے اور اسکو وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کا مصداق ٹھیرایا ہے تو کچھ شک نہین کہ جیسے زندگی مین اس جماعت کو یکجائی نظر سے دیکھنا دلپر ایک اثر پیدا کرتا ہے بعد مردن انہین ایک ہی خاک مین سوئے ہوئے دیکھنا جہان انسانی ہستی کی زوال پذیر حالتون پر وعظ کریگا وہان وہ اللہ تعالےٰ کے حی و قیوم اور اسکے مرسلین پر ایمان لانے کی کیفیت کے ساتھ وحدت اور ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علیٰ سرر متقابلین کا ایک موثر نظارہ ہوگا۔ خصوصاً ایسی حالت مین کہ اللہ تعالےٰ کے ارادہ اور اذن سے ایسے قبرستان کی بنا ہو وہی اسکا نام بھی رکھے اور اسے اپنی رحمت کے نزول کا محل قرار دے +

صلحاء و اتقیا یہانتک کہ انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ یہہ آرزو کی ہے کہ وہ اپنی جماعت مین دفن ہون۔ تذکرۃ الاولیاء مین ایسے بہتسے واقعات ملینگے حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت عام طور پر مشہور ہے کہ انہون نے اپنی ہڈیون کو بھی انبیاء علیہم السلام کے قبرستان مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھون پہونچنا پسند فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مین بھی یہ آرزو اور خواہش پائی جاتی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مجاورت مین جگہ پانے پر فرمایا مابقی لی ھم بعد ذالک یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جوار مین جگہ پا لینے کے بعد اب مجھے کوئی ہم و غم نہین رہا۔

اور چونکہ یہ جگہ باغ کے سامنے واقع ہے اور بالکل باغ سے ملی ہوئی ہے جہان حضرت مسیح موعود عموماً آتے ہین اور اسی باغ مین ایک چھوٹی سی مسجد بھی خاص دعاؤن کے لیئے آپ نے بنائی ہوئی ہے اسلیئے جب وہ وہان آیا کرینگے تو سامنے اپنے خدام کو خاک مین سوئے ہوئے دیکھکر خواہ مخواہ دعا کے لیئے تحریک ہوتی رہے گی۔

اسی طرح دیکھا گیا ہے کہ جہان جہان باقی باللہ لوگ آرام کر رہے ہین وہان وہان دور دراز سے آ آکر لوگ دفن ہوئے ہین۔

غرض

یہہ خیال کرکے کہ اجتماعی حالت سے زیارت کرنیوالون پر ایک قوی اثر ہو۔ اور اس زمین مین سونے والون کی خاک کی ڈھیریان بعد مُردن بھی دوسرون کے لیئے اعمال صالحہ کی تحریک کا موجب ہون۔ اور علاوہ برین یہہ مجموعی حالت اس زمانہ کی (جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر القرون ہے) یادگار ہو اس قبرستان کو بنایا گیا ہے۔ تا جو شخص اپنی جماعت مین سے اپنی قضا و قدر سے فوت ہو جاوے وہ یہان دفن کیا جاوے۔ اور جو لوگ اکابر ہون انکی قبرون پر ایسے کتبے لگائے جاوین جو ان کے حالات سے مختصر واقفیت کرا سکین۔ اسطرح یہہ قبرستان ایک قومی تاریخ ہوگی۔

حضرت اقدس نے یہہ بھی پسند فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو قادیان سے باہر ہین انمین سے اگر کوئی شخص اس قبرستان مین دفن ہونے کی آرزو کرے تو وہ وصیت کر سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اسکو صندوق مین بند کر کے یہان پہونچا دیا جاوے اسکو جگہ دیجاوے گی۔ اور آجکل جبکہ واذا النفوس زوجت کا زمانہ ہے اور ہر طرح سے سفر کی سہولتین پیدا ہو گئی ہین یہ امر کچھ مشکل نہین۔ اس مطلب کے لئے بہت بڑے احاطہ زمین کی ضرورت ہوگی جس مین ایک بڑا حصہ جو وہان حضرت حجۃ اللہ کی ملکیت تہا آپنے دیدیا ہے لیکن اسکے اردگرد کئی اور قطعے لینے ضروری ہین اور پھر اس سارے قبرستان کے گرد ایک احاطہ بنانا ہوگا اور اس زمین کو درست کرکے اس مین روشین نکال مختلف قسم کے پودے جو بہشتی مقبرہ کے حسب حال ہون لگائے جائینگے۔ اور ایک مستقل تنخواہ دار ملازم اسکی حفاظت اور درستی کے لئے رکھا جاویگا۔

ان سب باتون کے علاوہ بہت بڑی ضرورت اس امر کی ہے کہ باغ اور احمدی محلہ کے درمیان ڈھاب حائل ہے اور برسات مین گذر محال ہوتا ہے مگر موت کے لیئے تو کوئی وقت معلوم نہین کہ برسات مین ہو یا جاڑے مین اسلیئے ابھی اسپر ایک مضبوط پل طیار کیا جاویگا۔ تا کہ کسی موسم اور حالت مین دقت واقع نہ ہو۔ ان ساری ضرورتون کو مدنظر رکھکر احمدی قوم کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ بہت جلد سردست کم از کم تین ہزار روپیہ اس کام کے لیئے جمع کرکے بھیجدین۔ یہہ سب روپیہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے نام آنا چاہیئے۔ اور کوپن پر لکھدیا جاوے۔ لیئے قبرستان یہ رقم بہت بڑی رقم نہین الحکم کا ہر خریدار اس ضرورت پر غور کرے اور توجہ کرے تو کچھ بڑی بات نہین۔

اس معاملہ مین سستی اور توقف معصیت ہوگی۔ اور اس کے جلد تر طیار ہو جانے پر ایک عظیم الشان نشان کا نمونہ نظر آئیگا۔

حضرت اقدس نے اپنی ایک تصنیف مین لکھا ہے کہ ہر شخص کو قادیان ہجرت کرنے کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اور یا کم از کم یہ آرزو ہو پس مبارک ہون گے وہ لوگ جو اس بہشتی مقبرہ مین دفن ہون گے اور جنپر خدا تعالیٰ کا مسیح و مرسل جنازہ پڑھیگا۔ اور وہ اپنی آمد و رفت مین انکے لیئے دعا کرے گا +

آخر مین دعا ہے کہ اے اللہ تو نے جیسے زندگی مین اپنے مرسل اور اسکے اکابر صحابہ کی مجاورت کا ہمین موقع دیا ہے خاتمہ بھی یہہ ہو اسی قبرستان مین ہمین جگہ دیجیو۔ اور پھر حشر مین اسی پاک زمرہ مین اٹھائیو۔ آمین۔

کھلی چٹھی

مگر کیا یہ الہی قدرت نہیں کہ انسان اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھے جو پہلے نہ دیکھا تھا اور عین بیداری میں اس سے یہ پردہ ہٹا کر روحانیات کا عالم دکھایا جائے اور پھر وہ دکھانا محض بطور سیر و تفریح نہ ہو بلکہ اس میں پیشگوئیاں ہوں چنانچہ اس دکھانے میں یہ اشارہ تھا کہ یہ سب ملک اور یہود و نصاریٰ کے معابد تمہارے اور تمہاری امت کے قبضے میں آئینگے - اب اس سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ ایک یتیم و بیکس (صلعم) باواز بلند پکار رہا ہے کہ اے نحن ابناء اللّٰہ واحباءہ کے مدعیو دیکھو ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے مقامات پر میں اور میرے متبعین حکومت کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا - اور انہیں مقاصد کے لیے سبحٰن الذی فرمایا نیز سبحان اسلئے فرمایا

تنزیہ کہ اسبات کی تنزیہ ہو کہ خدا تعالےٰ کوئی مکان یا جسم رکھتا ہے - اسپر آپ بولے کیا معراج خواب تہا - میں نے کہا کون کہتا ہے کہ خواب تہا وہ تو عین بیداری کا معاملہ ہے ایسی بیداری کہ اس کے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب ہے اب سمجھے؟ آپ نے کہا پھر اسریٰ کیوں فرمایا ہے - عرض کیا - کیوں؟ - کشف میں سیر نہیں ہوتا جیسے کہ خواب میں آپ دیکھتے ہیں - کہ آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا - نیز اسریٰ اسی لئے فرمایا تا اشارہ ہو کہ یہ سب کشفی معاملہ ہے کیونکہ ان باتوں کے لئے اکثر رات کا وقت مخصوص ہے ورنہ دن اتمام حجت کے لئے بہتر تہا - اور اسی لئے خدا نے معراج کو رؤیا فرمایا

لقولہٖ وما جعلنا الرّؤیا التی اریٰنٰک

اسپر شاہ عبد القادر کا حاشیہ موضح القرآن میں دیکھئے اور ضرور دیکھئے کہ وہ بہی ایک بزرگ کامل ہے وہ رؤیا سے معراج مراد لے رہے ہیں پھر آپ نے عبدہ پر بحث شروع کی - اور ارأیت الّذی ینھیٰ عبدًا اذا صلّی پیش کیا میں نے کہا کہ جب آپ کشفی حالت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سیر فرما رہے تہے تو واقعی روح مع جسد تہا کون کہتا ہے کہ صرف روح تہا - نیز یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر جگہ مراد روح مع جسد ہی ہو دیکھئے قُتِلَ الانسان سے یہ مراد نہیں کہ روح بھی ساتھ ہی قتل ہو گئی - اور پھر فرمایا ثم اماتہ فاقبرہ اب کیا قبر میں انسان روح مع جسم خاکی ہوتا ہے؟ اسکے جواب میں آپ نے مِن اور الیٰ کو پیش کیا کہ یہ ابتداء و انتہاء کے لئے ہی جو سیر قدمی کے لئے خاص ہے میں نے کہا سیر نظری کے لئے کیوں ابتداء انتہا نہیں ہو سکتی - اسپر آپ سورۂ والنجم کیطرف مشغول ہوئے - کہ وہاں آیا ہے: - ولقد راٰہ نزلۃً اُخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ اور پھر ماذاغ البصر وما طغیٰ - میں نے کہا اس رؤیت کے لئے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس جسم کے ساتھ پہنچنا کہاں سے ثابت ہوتا ہے - نظر کشفی کے ساتھ یہیں سے بیٹھے بیٹھے دیکھا جا سکتا ہے - نیز اگر جبریل آپ کو معراج کی رات لینے آئے تہے براق لیکر تو اسی وقت اسے دیکھ لیا تہا خاص سدرۃ المنتہیٰ کے قریب دیکھنے کی کیا خصوصیت ہے - اور ماذاغ البصر بہر کیا حجت ہو سکتا ہے میں بہی تو کہتا ہوں کہ اسی آنکھ سے دیکھا اور کشف میں جو کچھ انسان دیکھتا ہے اس میں اس آنکھ کی مدد بہی ہوتی ہے بلکہ ظاہر میں یہی آنکھ دیکھتی معلوم ہوتی ہے اور ماذاغ کا لفظ روشنی ڈال رہا ہے اس بات پر کہ وہ کشفی دیکھنا تہا کیونکہ اسمیں زیغ کا احتمال ہے کہ بعض کشوف غلط بہی ہوتے ہیں سو خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ نبی کریم صلعم کا کشفی نظارہ بالکل حق تہا - اور زیغ وطغیان سے برخلاف تہا - اور پھر اس سے پہلے ماکذب الفؤاد ما راٰی سے ظاہر ہے کہ دیکھنے کا سرچشمہ دل تہا - اب فرمائیے؟ اسپر آپ نے دیر ہو جانے اور جلدی واپسی کا عذر کیا - میں نے عرض کیا ذرا ٹہیرئیے ابھی رفعہ اللّٰہ الیہ کے معنے باقی ہیں - یہ "ماقتلوہ یقینًا" کے مقابل واقع ہوا ہے اور یہودی جو ان کے مقتول بالصلیب ہو جانے کے مدعی تہے اس سے مراد ان کی "ملعون" ثابت کرنے کی تھی اس لئے خدا نے فرمایا وہ تو ملعون نہیں ہوئے بلکہ مرفوع ہوئے اور ملعون اسلئے نہیں ہوئے کہ قتل بالصلیب واقع ہی نہیں ہوا - آپ نے کہا صلیب پر مرنے سے لعنت کیونکر لازم آتی ہے - میں نے کہا تورات دیکھئے جہاں لکھا ہے جو صلیب پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے آپ نے کہا میں نے وہ مقام دیکھا ہے وہاں تو مجرم کا ذکر ہے اور آپ مجرم نہیں تہے - میں نے کہا بیشک مگر یہود کے نزدیک تو مجرم ہی تہے اور اسی جرم کے اثبات کے لئے انہوں نے صلیب چڑھایا تاکہ سب پر ظاہر ہو کہ (معاذ اللّٰہ) وہ ملعون تھا - اگر خدا کا نبی ہوتا تو کبھی مقتول بالصلیب نہ ہوتا - سو خدا تعالےٰ نے فرمایا یقینًا مقتول نہیں ہوا ہاں جو اصل بات ہے وہ صرف یہ بات ہے "وما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شُبِّہَ لھم" (اور یہودیوں نے اس مسیح کو نہ قتل کیا کسی طرح سے اور نہ صلیب کے ذریعہ مارا) آپ نے کہا وماقتلوہ ہی سے اناقتلنا کا جواب ہو گیا - وما صلبوہ کیوں فرمایا میں نے کہا یہ اسلئے کہ یہ خاص سبب قتل تہا جس پر ان کے ملعون بنانے کا دار و مدار تھا اس لئے پہلے عام نفی کی اور پھر خاص کی خصوصیت سے نفی بطور تاکید کی تاکہ اچھی طرح اس کی اصلیت کھل جائے اور نیز اصل واقعہ بھی معلوم ہو جائے کہ صورت صلیب پیش آگئی تہی - چنانچہ جب وما صلبوہ سے صلیب پر چڑہایا جانے کی نفی کا وہم بھی ہوتا تہا اس کا استدراک ولٰکن شُبّہ لھم سے فرمایا - کہ وہ مسیح ان کے لئے مشبہ بمقتول بالصلیب بنایا گیا - آپ نے کہا اس کے تو یہ معنے ہیں کہ وہ مقتول مزعوم یہود مسیح کے مشابہ بنایا گیا ہے - میں نے عرض کیا اس کا تو پچھلی آیات میں ذکر ہی نہیں پس اسکو مرجع کیونکر بناتے ہو آپ نے کہا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ میں ھو ضمیر راجع طرف عدل کی - ایسا ہی اناقتلنا سے مقتول مزعوی سمجھا جاتا ہے میں نے کہا اس حساب سے تو قتل کیطرف ضمیر پہرے گی نہ کہ مقتول کیطرف نیز مسیح ابن مریم رسول اللّٰہ جب اظہر اور مذکور ہے ہم اسے چھوڑ کر کیوں ایک ایسے کو مرجع بنائیں جو مقدر ہے بہر حال ترجیح تو اسی مذکور کو چاہیئے پھر آپ نے کہا مشبہ بہ کس کو بناتے ہو میں نے کہا مطلق مقتول بالصلیب کو اور یہ بہی کہہ سکتے ہیں - کہ جیسے یہود مقتول سمجھ رہے تہے بحالیکہ وہ دراصل غشی خوردہ تہا آپ نے کہا مشبہ مشبہ بہ ایک ہو گیا - میں نے کہا تغایر اعتباری ہے لولا الاعتبارات ...... لبطلت الحکمۃ - اسکے بعد آپ نے کہا پھر خدا تعالےٰ وقولھم انا قتلنا نہ کہتا بلکہ وصلبھم المسیح فرماتا - میں نے کہا ایذا تو ہر نبی کو دیگئی پس اس کے لئے یہود ملعون نہیں ہوئے بلکہ وہ ملعون تو اسلئے ہوئے کہ انہوں نے ایک مرفوع الی اللہ کو خواہ مخواہ بلا ثبوت ملعون کہا - نیز صلبھم کے معنے صلیب پر چڑہانے کے نہیں بلکہ صلیب پر مارنے کے ہیں ورنہ لازم آئیگا - کہ اللّٰہ و رسول سے محاربہ کرنے والے مفسدوں کو صرف صلیب پر چڑہا کر اتار لیا جائے اور حکم اتنے سے ہی ادا ہو جائے کیونکہ فرمایا ان یقتلوا اویصلبوا (قتل کئے جائیں یا صلیب پر چڑہائے جائیں نہ کہ صلیب پر چڑہا کر مارے بہی جائیں -

پھر آپ نے سوال کیا کہ صلیب سے بچکر کس رستہ سے کہاں گئے - اور ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوئے جواب میں عرض ہے کہ خود قرآن مجید میں ہے و اوینٰھما الیٰ ربوۃٍ ذات قرارٍ و معین - (کہ ہم نے مسیح اور اسکی ماں کو ایک ربوہ پر مصیبت کے بعد پہنچایا ہے جو چشمے والا ہے اور ان کے لئے موجب قرار ہے) یعنی وہاں گئے ایک سخت مصیبت کے بعد اور پھر وہاں قرار پایا آپ فرمائے وہ کونسا مقام ہے - مفسرین کا اختلاف بتا رہا ہے کہ انہیں اسکے متعلق کوئی یقین نہیں اور نہ ہی کوئی ایسی چشموں والی اونچی جگہ بتا سکتے ہیں جہاں آپ نے ہمیشہ کے لئے قرار پکڑا ہو - اور پہر وہاں سے موت تک بلکہ موت کے بعد بھی نہ نکلے ہوں - یقینًا وہ کشمیر ہے - جہاں کے باشندوں کی عادات رسم و رواج لباس سب یہودیوں سے ملتا ہے اور مقامات کے نام بھی وہی ہیں جیسے لُدّ - اخ - گلگت (گلگوتھا) کوہ سلیمان - وغیرہ ذالک - باقی رہا کہ کس راہ سے سو اسکی کیا ضرورت ہے - مگر مختصرًا سنئے کہ افغانستان - نصیبین سے ہوتے ہوئے پنجاب سے گذر کر کشمیر گئے - روضۃ الصفا میں لکھا ہے در زمان عیسےٰ بادشاہے بود در ولایت نصیبین بغایت متکبر و جبار حضرت بوی بدعوت او مامور شدہ متوجہ نصیبین گشت اور انجیل میں کئی بار فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں اور یہ کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ میں نہیں - ضرور ہے کہ میں انہیں بھی ملوں جس سے معلوم ہوا کہ وہ ضرور ان بنی اسرائیل کے دس گم شدہ فرقوں میں جانا اپنا فرض خیال کرتے تہے - جو بخت نصر وغیرہ کے وقت ہجرت کر آئے تھے - اور پھر مسیح نام بھی آپ کا صرف اس لئے پڑا - کہ آپ زمین پر بہت سیر کرتے رہے اور سیر سے یہ خطاب حاصل کرنے کیلئے بہت سی عمر اور بہت لمبا عرصہ چاہیئے - دیکھو عمدۃ القاری مسیح لانہ یمسح الارض - اور انجیل میں ہے نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں - اور حدیث شریف میں ہے اوحی اللّٰہ تعالےٰ الیٰ عیسےٰ ان یا عیسےٰ انتقل من مکانٍ الیٰ مکانٍ لئلا تعرف فتوذیٰ (یعنی یہاں سے کہیں اور چلا جا تاکہ تجھے نہ پہچانیں نہ ایذا دیا جائے) (رواہ ابن عساکر) اور آپ کی والدہ مکرمہ صدیقہ بھی بعد میں آگئی اور کچھ حواری بھی آ گئے - خود کشمیر میں اس قبر کو شہزادہ نبی کی قبر کہتے ہیں - جب یقینًا اس کا نبی اسرائیل سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبی تو کوئی کہلایا نہیں - جس کے پاس کتاب بھی ہو اور اکمال الدین میں ایک یہ بات لکھی ہے کہ ایک کتاب تھی بشریٰ اور انجیل کے بھی یہی معنے ہیں - یعنی بشارت) اس کے بعد آپ نے رستہ میں مجھ سے حضرت اقدس کے صادق ہونے کی دلیل پوچھی - میں نے کہا یہی آیت کافی ہے ولو تقوّل علینا بعض الاقاویل

لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین - (اگر ہم پر افترا کرتا تو پوری قوت سے پکڑ کر رگ جان کاٹ ڈالتے) آپ بولے یہ تو نبی کریم صلعم کے حق مین فرمایا - مین نے کہا مین کب کہتا ہون کہ یہ آیت کسی اور پر نازل ہوئی - سوال تو یہ ہے کہ جب ایک مدعی نبوت کے لئے یہ بات صدق کا ثبوت ہو سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے کے لئے نہ ہو - اسی لئے تو وانّہ لتذکرۃ للمتقین فرمایا - یعنی یہ نشان متقیون کے لئے تذکرہ ہے اور وہ اسی کسوٹی پر کسی کے صدق و کذب کو پرکھ سکتے ہین آپ نے کہا حضرت محمد صلعم تو نبی صادق تھے پس خدا فرماتا ہے کہ نبی صادق اگر کچھ ہم پر افترا کرے اور جھوٹ بولے تو اسکی سزا موت ہے اور یہ (مرزا صاحب) تو نبی کاذب ہے - مین نے کہا یا سبحان اللہ یہ عجیب بات ہے کہ اگر نبی صادق ہم پر جھوٹ بولے - وہ صادق ہی کیا ہوا جو جھوٹ بولے نیز جب صادق کو ایک جھوٹ خدا پر بولنے سے سزا بجائے موت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکو موت کی سزا نہ ملے جو اول سے آخر تک خدا تعالےٰ پر جھوٹے افترا باندھ رہا ہے - اسپر آپنے کہا کئی جھوٹے نبی زندہ رہے مین نے کہا آپ ہرگز کوئی مثال نہین پیدا کر سکتے کہ کوئی مدعی وحی و نبوت جھوٹا ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہا ہو - اگر کوئی ایسا گذرا تو اُس کا نام لیجئے آپ لگے فرعون وغیرہ کا ذکر کرتے - مینے کہا خدائی کا دعوےٰ الگ شئے ہے - اسکی سزا جہنم ہے یہ اسلئے خدائی کا دعوےٰ - ایک انسان محتاج سے خود اپنی تردید آپ ہے دیکھئے کوئی شخص اگر فلان بادشاہ ہونے کا بازارون مین دعوی کرتا پھرے تو سب اسے پاگل ٹھرائینگے اور نہ حکومت سے مؤاخذہ ہوگا لیکن اگر کہے کہ مین فرستادہ شاہ ہون اور وہ اس دعوے مین جھوٹا ہو تو ضرور گرفتار کیا جائیگا -

اسپر آپنے کہا کہ ما ھو بقول شاعر اور تنزیل من رب العلمین سے ظاہر ہے کہ یہ آیت مدعی وحی کے لئے ہے اور مرزا صاحب کا دعوےٰ تو الہام کا ہے - مین نے کہا وہ تو صاف کہہ رہے ہین کہ ہمین وحی ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ مجھ سے ایسا ہی ہمکلام ہوتا ہے جیسے انبیاء سلف حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ - حضرت عیسےٰ ع - حضرت داؤد ع - علیہم السلام سے ہوا - آپنے تعجب سے پوچھا کیا ان کے پاس جبرئیل آتا ہے مین نے کہا اگر آنے سے آپ کا یہ منشاء ہے - کہ آسمان سے چلکر جبرئیل پاس آ بیٹھے تو یہ ٹھیک نہین کیونکہ نزول ملائکہ کے یہ معنے نہین - خدا تعالےٰ فرماتا ہے بزبان ملائکہ وما منا الا لہ مقام معلوم یعنی ہر فرشتہ کا ایک جائے قیام و قرار مقرر ہے پس وہ وہان سے ہلتا جلتا نہین - اور وہ وہین سے اپنی تاثیرات کے ذریعے کام کرتے ہین جیسا کہ سورج - چاند - ستارے - اور اگر فرشتہ ہر کام کے لئے نیچے اوپر جانے لگے تو ایک ہی وقت مین کئی کامون کا کرنا دشوار ہو جائیگا مثلاً ملک الموت اگر ایک کی جان لینے کے لئے نیچے اترے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اسی وقت مین کئی ہزار اشخاص کی جان لیلے - پس حضرت جبرئیل تو ایک واسطہ ہے خدا کا کلام نازل ہونے کا جو سننے کے لئے وہی کام دیتا ہے جو ہوا آواز کے لئے یا روشنی دیکھنے کے لئے آپ اسپر بول اٹھے کہ پھر خدا وسیلے کا محتاج ہوا مین نے کہا حضرت! اول یہ تو اعتراض آپ پر بھی ہو سکتا ہے کیونکہ آپ بھی خدا تعالےٰ کے کلام بذریعہ جبرئیل نازل ہونے کے قائل مین دوم اس وسیلہ کی ضرورت ہم کو ہے نہ خدا کو اور یہ خدا تعالےٰ کا قانون قدرت ہے کہ انسان اپنے حواس کے لئے کسی مدد کا محتاج ہے جیسے کہ وہ آنکھون سے دیکھ نہین سکتا جب تک روشنی سورج کی یا سورج کی مثل نہ ہو - پھر آپ نے پوچھا کہ جبرئیل جو آتے رہے وہ کیا تھا - مین نے کہا اسی طرح جس طرح مریم سے ہمکلام ہوا اور وہان صاف آیا - فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا - غرض کام تو وہی خود کرتے ہین صرف بشر اپنی استعداد و عقیدہ کے مطابق ان کی ایک شکل دیکھ لیتا ہے مفصل توضیح مرام مین دیکھئے - اسپر آپنے کہا کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ آپ پر سچی وحی ہوتی ہے مین نے کہا درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے پیشگوئیان جو تحدی سے ان الہامون کی بنا پر کی جاتی ہین وہ ان کے سچا ہونے کا ثبوت مین آپ نے کہا سب پیشگوئیان جھوٹی نکلین مین نے کہا ایک کا نام لو آپ نے مواھب الرحمن کا ذکر کیا کہ وہان لڑکے کی پیشگوئی ہے اور ہوئی لڑکی - مین نے کہا وہان تو لکھا ہے فی حین من الاحیان کوئی خاص وقت مقرر نہین آپ پچھلی باتون کو نہ مانین تو حال کی پیشگوئیان کیا تھوڑی ہین کیا آپ نے طاعون کو خود اپنی آنکھون سے نہین دیکھا - کیا اس کے متعلق خدا کے فرستادے نے قبل از وقت اطلاع نہ دی طاعون کا نام ونشان نہ تھا کہ اس نے کہا بیماری کے پودے لگائے جا رہے ہین پھر یہ زلزلہ آپ بھول گئے جس کی نسبت وحی الٰہی نے مدت پہلے خبر دی -

کھڑی ہے سر پر ایسی ایک ساعت
کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت

اور عفت الدیار محلھا و مقامھا اور زلزلہ کا دھکا - وغیرہ - جس سے پچیس ہزار کے قریب انسان ہلاک ہوئے - اسکے ساتھ ہی ماکنا معذبین حتےٰ نبعث رسولا - پڑھ لیجئے - یہ عذاب ہے ثبوت مین اسبات کے کہ رسول آچکا ہے -

پھر ایک اور آنے والی آفت کی خبر دے رکھی ہے اس کا انتظار کیجئے - پھر مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ہمین دی اسی نے بہت پہلے "کفن مین لپیٹا گیا" اور "سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون" سے دی - کون ہے جو اسطرح قطعی طور سے خبر دے - کیا فلا یظہر علےٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول بھول گئے کہ خدا مرسلان حق کے سوا کسی کو اپنے غیب پر مطلع نہین کرتا اگر کہو کہ نجومی بھی نجومی پیشگوئی کرتے ہین - تو یہ اعتراض بحیثیت مسلمان ہونے کے آپ پر بھی ہے کہ اگلے انبیاء کس طرح پہچانے گئے -

اسپر الوداعی سلام ہوا - مین نے اب ان باتون کو لکھکر پھر مولوی صاحب کے پیش کیا تا کہ وہ مکرر غور کرین اور ان کے پاس اس کا کچھ جواب ہے تو وہ اپنا پورا زور علمی دکھا کر لکھین تا کہ لوگون پر حقیقت علم آنجناب ظاہر ہو -

ہان ایک بات بھولا - آپ نے کہا تھا قطع سے مراد فصاحت کم ہونا بھی ہے مین نے کہا چلو یہی سہی اور حضرت اقدس علیہ السلام کی کسی کتاب کی مثل پیش کیجئے - آپ نے کہا مین چاہون تو لکھ سکتا ہون مین نے کہا لو نشاء لقلنا مثل ھذا کہنے والے تو بہتیرے ہین لکھکر دکھائیے - وان لم تفعلوا ولن تفعلوا آلایۃ -

راقم
محمد ظہور الدین اکمل احمدی گجراتی گولیکے ضلع گجرات - مورخہ یکم دسمبر ۱۹۰۵ء -

آریہ مہاشے غور سے پڑھین

خاکسار نے عرصہ تک آریہ سماج مین رہنے کے بعد اس دھرم مین ساری پول ہی پول دیکھکر اسے ترک کر دیا اور ایک رسالہ ترک ویدھرم صرف ۳۲ صفحون کا فی الحال شائع کر دیا ہے جس مین دس اعتراضات ستیارتھ پرکاش کی تحریرات پر کرکے تمام آریون کو چیلنج کر دیا ہے کہ اس کی تردید اگر کوئی صاحب کر سکتے ہون تو کر کے مجھے مطلع کرین اور اسبارہ مین مجھ سے کسی قسم کی گفتگو بذریعہ تحریر اردو ہندی خواہ انگریزی مین بھی کر سکتے ہین مگر ایسے اعتراضات کی تو کوئی کیا تردید کر سکتے اپنی ہمیشہ کی عادت کے موافق گالی گفتار پر آگئے ہین اور جہان ۲۷ - اکتوبر ۱۹۰۵ء کے اخبار ستیا دھرم پرچارک مین چند شریر آریون نے کوئی جعلی تحریر بنا کر مجھے دھرم نیلام کرنے والا مشہور کیا وہان آریہ گزٹ کے چند پرچہ جات مین سُنا گیا ہے کہ خوب خوب صلواتین سُنا رہے ہین لیکن مجھے تعجب ہے کہ آریہ سماج کے ممبران جو کہ یہ ڈنکا بجاتے ہین کہ ہم ہر وقت ستیہ کو گرہن کرنے اور استیہ کو تیاگ کرنے کے لئے مستعد رہا کرتے ہین - اس رسالہ کے پیش کردہ اعتراضات پر کیون دھیان نہین دیتے مین پھر کہتا ہون کہ اے آریہ بھائیو! گالی گفتار چھوڑ کر اگر آپ معقول پسند ہین تو شائستگی کے ساتھ مجھے اُن اعتراضات کا جواب دیجئے جو مین نے رسالہ ہذا مین درج کئے ہین - اور اس طرح کتاب - آریہ سماج کی پول جو ۷۰۰ صفحون کی ضخیم کتاب جو ابھی شائع ہو رہی ہے اوس مین پیش کئے گئے اعتراضات کی معقولیت سے یا تو تردید کیجئے یا اپنی غلطیون کو تسلیم کیجئے تا کہ ستیہ کو گرہن (سچائی کو قبول اور استیہ کو تیاگ (غلطیون کو ترک) کرنے کے اصول پر آپ کا سچ مچ عملی طور پر پابند رہنا عوام کو بھی معلوم ہو جاوے -

پبلک کو یاد رہے کہ جو آریہ سماج پیدائشی مسلمانون اور عیسائیون کو شدہ کرنے کی فکر مین حیران و پریشان رہتے ہین وہ اب دیکھنا ہے کہ اپنے ایک سابق اپدیشک کے معقول اعتراضات کو کہان تک مہذبانہ طور سے ردّ کر سکتا ہے -

ناظرین! ان مسلمانون عیسائیون کو آریہ سماج مین داخل کر لینا آسان ہے جو سنسکرت علم سے ناواقف ہونیکے باعث یہ جانتے ہی نہین کہ آیا سوامی دیانند سرستی مہاراج کی باتین کہان تک خود انہین کے تسلیم کردہ مستند کتابون سے ٹکر کھاتی ہین - لیکن آریہ سماج کے لئے معقول پسندی کی کام لیتے ہوئے یہ امر مشکل ہے کہ وہ کسی سنسکرت دان معترض کو لاجواب کر سکین اور اب اُن کے پاس میرے بارہ مین جو آریہ سماج کا نیک نیت - وفادار انترجم سنسکرت ماسٹر - معزز اخبار آریاورت کا اسسٹنٹ اڈیٹر اور اپدیشک رہا ہے - سوا اسکے اور کوئی علاج موجود نہین ہے کہ وہ عوام مین یہ مشہور کرتے پھرین کہ وہ دھرم نیلام کرنیوالا اور روپیون کا محتاج ہے وغیرہ وغیرہ - اے آریہ مہاشے گن! ان باتون سے کیا فائدہ ہے - اب اعتراضات کو رد کیجئے یہ رسالہ ترک ویدھرم اگرچہ ار قیمت کا ہے لیکن ممبران آریہ

مراسلت

ایک مکاشفہ کی حقیقت

پنجاب کے ایک بزرگ نے ہفتہ وار پیسہ اخبار مجریہ ۹ دسمبر ۱۹۰۵ء میں اپنا ایک مکاشفہ درج کرایا ہے جس میں حافظ شیرازیؒ کے ساتھ انکی ملاقات ہوئی - اور حافظ صاحب موصوف نے انہیں فرمایا کہ میرے جن اشعار کے ظاہر معانی کی بناء پر بعض لوگ مجھ سے بدظن ہیں - اُن الفاظ سے میری کچھ اور مراد ہے جو کسی طرح مذموم نہیں " غرض حافظ صاحب نے انہیں یہ ہدایت کی ہے کہ اپنے خیال اور رائے سے کبھی کسی پر بدگمانی نہ کرنا چاہئے - ایسے کشوف کے امکان سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا - کیونکہ نعمت کشف و الہام امت محمدیہ میں حسب مدارج اِتّقا متوارث چلی آئی ہے اور چلی جائیگی - لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس مراسلت کے ابتدائی حصہ میں بزرگ موصوف نے اپنے خیال ناقص سے یا ملامتِ خلق اللہ کے ڈر سے بعض ایسے فقرات درج کر دئے ہیں - جن سے انکار دے سخن حضرت مسیح موعود ؑ کی طرف معلوم ہوتا ہے - اور کہ میرزا صاحب انکی خیال میں ایک دام تزویر پھیلانے والے دوکاندار ہیں - اور کہ انہوں نے کشف و الہام کو بدنام کر دیا ہے وغیرہ وغیرہ "

ایسے ہزلیات کا جواب سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے کیا دیا جاوے -

قبل اسکے کہ امر زیر بحث کا جواب دیا جاوے میں بزرگ موصوف کو یہ بتلانا چاہتا ہوں - کہ جس چیز کے متعلق انہوں نے بڑے فخر سے بیان کیا ہے - کہ ایک عرصہ دراز کے بعد انہیں نصیب ہوئی ہے - اُس نعمت سے حضرت مرزا صاحب کے ہزارہا خدام خدا کے فضل اور مامور من اللہ کی برکت صحبت سے شب و روز مستفیض ہو رہے ہیں - اور یہ بات صرف تحدیث بالنعمۃ کے طور پر ذکر کیگئی ہے - والحمد للہ علی ذالک -

لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بزرگ موصوف ایسے معمولی مسلمان اپنے کشف و الہام (صرف اپنی شہادت سے) لوگوں کو منوانا چاہتے ہیں جو ممکنات سے ہے اور جس پر از روے اسلام حسن ظن چاہیے - تو کیا وہ شخص جو تیرہ سو برس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق مامور ہو کر تائید اسلام کے لیے آیا ہے - اور جس کے اعلےٰ درجہ کے تقوےٰ و طہارت میں اسکے منصف مزاج مخالفین کو بھی کلام نہیں - اتنا حق بھی نہیں رکھتا کہ اپنا کشف یا الہام حقانیت اسلام کے ثبوت میں پیش کر سکے - خصوصاً جب اسکے ساتھ ہزارہا آسمانی تائیدیں اور یقینی شواہد موجود ہوں - اور کیا اس کے ہزاروں متقی خادموں کو (جنکو علاوہ دیگر ثبوتوں کے خود رسول اللہ صلعم یا دیگر انبیاء و صالحینؒ کی زبان مبارک سے عالم کشف و رویا میں اسکے مستجاب اللہ ہونے کی تصدیق ہوئی ہو) اتنا بھی حق حاصل نہیں کہ وہ اُسے صادق سمجھ کر اوس کی طاعت کریں -

دوسری قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس مراسلت میں " دکاندار وغیرہ " کا لفظ جو حضرت مرزا صاحب کی نسبت استعمال کیا گیا ہے - کیا وہ کسی کشف و الہام کی بنا پر ہے یا صرف خیالی ہے - اگر خیالی ہے تو یہ بزرگ موصوف کے اوس القا کے قطعاً مخالف ہے - جسکو وہ اخبار چودھویں صدی ماہ نومبر ۱۸۹۷ء میں اوس خط کے ضمن میں شائع کرا چکے ہیں - جو کہ انہوں نے نہایت الحاح اور تذلّل سے حضرت مرزا صاحب کی طرف لکھکر اپنی خطا کی معافی چاہی تھی - اور علانیہ طور پر مرزا صاحب کی صداقت کو تسلیم کیا تھا - غرض الہام ربانی کے مقابلہ میں ایک خیال نفسانی کیا حقیقت رکھتا ہے لیکن اگر موجودہ لفظ دوکاندار وغیرہ بھی الہامی ہے تو خیال کرنا چاہیے - کہ دو متضاد الہام ایک خدا کیطرف کیونکر منسوب ہو سکتے ہیں -

میں حیران ہوں کہ یہ لوگ کونسی خانہ ساز دلیل سے ایک ایسے عاشق رسول اللہ کو جو اسلام کا غیور حامی ہے - دکاندار ٹھراتے ہیں - کیا وہ از روے ایمان بتا سکتے ہیں مرزا صاحب نے اسلام کا فلاں حکم منسوخ کر دیا ہے - البتہ جن باتوں پر شور و غوغا کیا جاتا ہے وہ صرف دو باتیں ہیں - اول دعوےٰ وفات ابن مریم - دوسرا اون کا اپنا دعویٰ مثیل مسیح و مہدی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا ان دو امور میں متقدمین میں سے بھی کوئی ان کا ہم خیال ہے یا نہیں - سو واضح ہو کہ وفاتِ مسیح میں کئی پہلے اکابر بھی ان کے ساتھ متفق ہیں - مثلاً امام مالکؒ - امام ابن حزمؒ - وغیرہم - باقی رہا ان کا دعویٰ مسیحیت و مہدویت - سو بعض بزرگان سابق کے دعاوی مرزا صاحب کی نسبت بدرجہا بڑھکر ہیں - مثلاً انا الحق - انا محمدؐ - انا موسےٰؑ انا ابراہیمؑ - وغیرہ کہنے والے بزرگان دین کو دیکھیں بلکہ مولوی محمد اسمعیل شہیدؒ (جنکا ذکر خیر آپنے بھی اپنے مکاشفہ میں کیا ہے) یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر از کسے آوازۂ انا الحق بشنوی - زنہار بہ انکار پیش نہ آئی - اور یہی مولانا موصوف نے اپنے مرشد حضرت سید احمدؒ بریلوی کی تعریف اس شعر میں کی ہے - ؎

سید احمد باہمہ اصحاب خود در رسید
با صحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلینؐ

کاش بزرگ موصوف نے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا مضمون مندرجہ اخبار وطن ۱۷ - نومبر ۱۹۰۵ء ہی ملاحظہ فرمایا ہوتا - جس میں انہوں نے باوجود غیر احمدی ہونے کے ایک حد تک انصاف سے کام لیا ہے - جس کے بعض فقرات یا ان خلاصہ درج ذیل ہے :-

(۱) امت محمدیہ خیر الامم ہے - انبیاء سابقین کے صفات اس امت کے ایک فرد میں جمع ہو سکتے ہیں - چنانچہ صوفیائے کرام کے مقامات باطنی میں مقام ابراہیمؑ - موسیٰؑ - عیسیٰؑ کا تذکرہ اس امر کی شہادت دے سکتا ہے - پس اگر مرزا صاحب قادیانی میں نسبت عیسےٰ یا کرشن کا ظہور ہو گیا تو کیا تعجب ہے - اور اس نسبت کے سبب سے انکو کشف و الہام کا ہونا بھی عجیب نہیں

(۲) اسکے بعد ہم کو مرزا صاحب کے افعال اور ان کے مریدوں کے اوضاع و اطوار کو دیکھنا چاہئے - بظاہر ان کی صورتیں نیک اور متقی مسلمانوں کی سی ہیں نمازوں کے پابند ہیں اور ان نمازیں بھی ہماری نماز سے کوئی اصولی تفاوت نہیں ہوتا ان کے مریدوں میں انگریزی خوان بھی ہیں - مگر اون پر مذہبی رنگ زیادہ ہوتا ہے - بجاے اس کے دوسرے طبقہ کے مسلمانوں میں اس قسم کی بہت تھوڑی مثالیں ہیں -

(۳) سب سے اچھا ہم مجھکو اس گروہ میں اسلامی حمایت کا جوش نظر آتا ہے - مسلمانوں کے اصولی دشمنوں کو سمجھنا اور ان کے حملوں کا جواب دینا اس جماعت کا پسندیدہ شعار ہے - (دیکھو وطن ۱۷ نومبر ۵ء)

قطع نظر دیگر دلائل کے خود بزرگ موصوف کے اپنے مکاشفہ میں حضرت مرزا صاحب اور انکی امثال پر بدگمانی کرنے کی تردید موجود ہے - چنانچہ بزرگ موصوف اپنے کشف کے اظہار کی وجہ اسطرح لکھتے ہیں - " تاکہ میرے بھائی جو میری طرح ایک اسلامی بزرگ کی نسبت بدظنی میں مبتلا ہوں - اس سے بچ جائیں " اور سب سے بڑھکر قرآن شریف کی آیۃ اجتنبوا کثیرا من الظن اور وہ احادیث نبوی جن میں اہل اسلام پر بدگمانی کرنے سے منع کیا گیا ہے - ان باتوں کا کافی جواب ہیں - فاعتبروا یا اولی الابصار -

قدرت اللہ احمدی
از لاہور

چند استفسارات

توفی کوئی شخص ثابت نہیں کر سکتا کہ جب سے دنیا میں زبان عربی کا وجود ہے عربی میں خدا فاعل اور ذی روح مفعول ہو تو توفی باب تفعل سے سوائے قبض روح کے قبض جسم کے معنی میں بھی کبھی استعمال ہوا ہو - نہ قرآن شریف میں نہ احادیث میں نہ دواوین جاہلیت میں کہیں اس کے خلاف مثال نہیں مل سکتی - یہ دعویٰ اگر غلط ہے تو ثابت کرو ؟

بھرنا اکثر اردو کے ترجموں میں جہاں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق لفظ توفی یا اس کے مشتقات آئے ہیں تو اوس کے معنے بھر نا کئے گئے ہیں - تعجب ہے کہ بھرنا کیا چیز ہے آیا گھڑے میں پانی بھرنا یا کنوے سے پانی بھرنا یا کیچڑ میں کپڑے بھرنا یا فٹبال میں ہوا بھرنا یا پیٹ بھرنا یا بندوق بھرنا یا نقشہ میں رنگ بھرنا یا نظر بھر کے دیکھنا یا یکلخت غصہ میں بھر نا یا کیا ؟ -

دو زرد چادریں مسیح علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تھے اوس وقت تو وہ دو زرد چادریں لے نہیں گئے تھے - اب جو آسمان سے زرد چادریں لیکر آئیں گے تو وہ یہاں کے جولاہوں یا کسی کارخانہ کی بنی ہوئی تو ہونگی نہیں - اس بات کے معلوم کرنے کو جی چاہتا ہے کہ آیا وہ کس چیز کی ہونگی - یقیناً ریشم کی ہونگی جو جنت کے شہتوت کے درختوں میں ریشم کے کیڑے پرورش کر کے حاصل کیا گیا ہوگا - خیر کچھ ہی ہو - مگر وہ جنتی یا آسمانی چادریں پرانی ہو کر پھٹ بھی جائینگی یا ہمیشہ نئی ہی رہینگی اور مسیح علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن آسمانی چادروں کا کیا ہوگا ؟

طاعون ہندوستان کے اس مرض طاعون کی نسبت تمام اہل اسلام بلکہ دیگر مذاہب کے پیرووں کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ وبا غضب الٰہی ہے جو ہندوؤں کی معصیت و شرارت سے نازل ہوئی ہے - دیکھ طاعون سے کسقدر عظیم الشان ہلاکت واقع ہو رہی ہے اسکا اندازہ اسطرح ہو سکتا ہے کہ جنوری ۱۹۰۵ء سے ۵ اپریل ۱۹۰۵ء تک صرف ساڑھے تین مہینے میں پونے چھ لاکھ سے بھی زیادہ انسان ہندوستان میں مرے اور خدا تعالےٰ کلام پاک میں فرماتا ہے وما کان ربک مھلک القریٰ حتی یبعث فی امھا رسولا - اب بتاؤ کہ اس مرض طاعون (جو باعث ہلاکت اور بستیاں ویران کرنیوالا ہے) بھیجنے سے پہلے ہندوستان میں خدا تعالےٰ نے سوائے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کس رسول کو بھیجا ؟